جلد ۱۸ وفا ۱۳۵۶ ھش شمارہ ۷
جولائی ۱۹۷۷ء

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصار اللہ ربوہ

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اسی روپے
بیرونی ممالک بحری ڈاک — چالیس روپے

قیمت پرچہ ہذا۔ ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ
(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

وفا ۱۳۵۶ ہش

جولائی ۱۹۷۷ء

رجب ۱۳۹۷ھ

ایڈیٹر
سید عبدالحی

قیمت سالانہ
دس روپے

فی پرچہ
ایک روپیہ

فہرست مضامین

پبلشر ۔۔۔۔۔ چوہدری محمد ابراہیم
مطبع ۔۔۔۔۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت ۔۔۔۔۔ دفتر ماہنامہ انصار اللہ
۔۔۔۔۔ دار النصر غربی ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد ۱۸ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۷
وفا ۱۳۵۶ھش

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے فضل اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور شاگردی کی برکت سے علم و معرفت کے عظیم خزانے عطا فرمائے۔ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے محض بنی نوع انسان کی ہمدردی اور فلاح کے لئے اپنی اسّی سے زائد کتب تصانیف، سینکڑوں اشتہارات اور خطوط۔ اور ہزاروں مقدس مجالس میں بالمشافہ یہ روحانی اموال دنیا میں تقسیم کرتے ہوئے فرمایا ؎

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

اس عظیم علمی اور روحانی ورثہ کے امیدوار ہر احمدی کا فرض ہے کہ وہ ان علوم کو حاصل کرے۔ ان کو اپنے دل اور دماغ میں جذب کرے اور اپنے عمل اور اعتقاد اس کے مطابق ڈھالے۔ اس زمانہ میں دہریت۔ دجالیت اور مادی علوم کی پیدا کردہ خیرگی اور تشکیک کا علاج صرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں موجود ہے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی، اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل اور براہین اپنی اکمل اور اتم شکل میں صرف انہی کتب سے ملتے ہیں۔ مذکورہ بالا نظری اور علمی مباحث پر عقلی اور نقلی دلائل تو اور بھی علمائے اسلام نے دیئے ہیں لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم کلام اس بات میں منفرد و یگانہ ہے کہ جس مرحلے پر فلسفہ و منطق اور عقل و دماغ کی قوتیں لاجواب ہو جاتی ہیں وہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام خدائے حی و قیوم سے زندہ تعلق کی بناء پر انفسی اور آفاقی شواہد اور ناقابل تردید روحانی دلائل پیش فرماتے ہیں حضور کے زمانہ میں مسلمانوں کا ایک طبقہ مغربی علوم سے مرعوب اور فلسفہ و سائنس سے متاثر ہو کر دعا اور اس کے اثر کا منکر ہو گیا تھا اس کو قائل کرنے کے لئے عقلی اور نقلی دلائل غیر مؤثر ثابت ہوئے۔ ایک عام عالم دین [illegible] حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس طبقے کے سرخیل سرسید احمد خان بانی علی گڑھ

یونیورسٹی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَیکہ گوئی گر دعا ہا را اثر بودے کجاست
سوئے من بشتاب بنمایم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زیں اسرارِ قدرت ہائے حق
قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعائے مستجاب

(علیگڑھ یونیورسٹی)

(دیکھئے رسالہ برکات الدعا)

کہ اگر آپ کو دعا کے اثر سے انکار ہے تو میری طرف آئیے میں آپ کو یہ حقیقت چمکتے ہوئے آفتاب کی طرح دکھاتا ہوں۔ آپ اسرارِ قدرت کا انکار نہ کریں بلکہ باقی بحثوں کو چھوڑتے ہوئے مجھ سے مستجاب دعا کا نمونہ دیکھئے اور پھر تحریر فرمایا کہ دشمنِ اسلام لیکھرام کے متعلق میری دعا قبول ہو چکی ہے۔ اور وہ مدّتِ معینہ کے اندر قتل کیا جائے گا ۔۔۔ اور پھر لیکھرام مدّتِ معینہ کے اندر ہی ایک غیبی ہاتھ سے قتل ہوا۔ اور قبولیت دعا کے اثبات میں وہ دلیل فراہم ہوگئی جس کے مقابل ساری عقلی اور علمی بحثیں بے بس ہوگئی تھیں یہ دلیل اور اس قسم کے دلائل ہمیں کسی گذشتہ عالم یا مجدد کے ہاں نہیں ملتے۔ مواعظ حسنہ سے صوفیا کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن جو مسیحائی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات اور ملفوظات میں ہمیں ملتی ہے وہ کہیں اور نہیں ملتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انفاسِ قدسیہ کی تاثیرات سے ہزاروں طینی بشر پرواز کے قابل ہو گئے۔ حضور کی روحانی تربیت نے صدیوں کے جمود کو توڑا اور گوشہ نشین صوفیا پیدا کرنے کی بجائے وہ جماعت پیدا کی جو قرآنی علوم کو لیکر اقصائے مغرب تک اسلام کی اشاعت کا فعّال جذبہ اور اس مقدس جہاد کی خاطر مال جان اور وقت کی قربانی کا شوق رکھتی ہے۔

حضور نے مختلف حکیمانہ پیرایوں میں ہر فردِ بشر کو اپنی کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اور ایک طریق حضور نے وہ بھی اختیار فرمایا ہے جس کے اوّل مخاطب تو غیر از جماعت علمائے اسلام ہیں۔ لیکن ہر احمدی کو بدرجۂ اولےٰ اپنے آپ کو اس کا مخاطب سمجھنا چاہئیے۔ مثال کے طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی معرکۃ الآراء کتاب "حقیقۃ الوحی" کے مطالعہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا:۔

"میں نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں کافی طور پر ایک قسم کا ثبوت اپنے دعوے کے متعلق لکھ دیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ میں ان ایام میں باعث طرح طرح کے عوارض

جسمانی اور بیماریوں کے متواتر دوروں اور ضعف اور ناتوانی کے اس لائق نہ تھا کہ اس قدر سخت محنت اٹھا سکوں۔ تاہم میں نے محض بنی نوع کی ہمدردی کے لئے یہ تمام محنت اٹھائی۔

اس لئے میں اپنی عزیز قوم کے اکابر علماء اور مشائخ اور ان سب کو جو اس کتاب کو پڑھ سکتے ہیں خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر ان کو یہ کتاب پہنچے۔ تو ضرور اوّل سے آخر تک اس کتاب کو غور سے پڑھ لیں۔

اور میں پھر ان کو اس خدائے لاشریک کی دوبارہ قسم دیتا ہوں۔ جس کے ہاتھ میں ہر ایک کی جان ہے کہ وہ اپنے اوقات اور مشاغل کا حرج بھی کر کے ایک دفعہ غور اور تدبر سے اس کتاب کو اوّل سے آخر تک پڑھ لیں۔ اور

پھر میں تیسری دفعہ اس غیور خدا کی ان کو قسم دیتا ہوں۔ جو اس شخص کو پکڑتا ہے جو اس کی قسموں کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور ضرور ایسے لوگ جن کو یہ کتاب پہنچے۔ اور وہ اس کو پڑھ سکتے ہوں خواہ وہ مولوی ہیں یا مشائخ۔ اوّل سے آخر تک ایک مرتبہ اس کو ضرور پڑھ لیں"

(اشتہار ۱۵ مارچ ۱۹۰۷ء)

حضور نے تین دفعہ خدائے عظیم و برتر کے نام کی قسم ہر اس شخص کو دی ہے جس کو یہ کتاب پہنچی ہو۔ آپ اور میں اور ہر احمدی خاندان کا بچہ جوان اور بوڑھا۔ عورت اور مرد کس کا یارا ہے کہ اپنے آپ کو اس قسم سے مستثنیٰ سمجھے اور کون ہے جو اب بھی حضور کی کتب خاص طور پر حقیقۃ الوحی کا مطالعہ متانت اور سنجیدگی سے نہ کرے۔

پس میں اور آپ جو اپنے آپ کو ان علوم کے وارث سمجھتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ نہ صرف یہ کہ خود ان کتابوں کو پڑھیں بلکہ اپنی اولادوں اور افراد خاندان کو اس لاجواب علمی اور روحانی سرمایہ سے استفادہ کی عادت ڈالیں۔ حضور کی کتب کے مطالعہ سے جہاں علوم دینیہ پر دسترس حاصل ہوتی ہے۔ وہاں ذہن میں دیگر علوم کو اخذ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ۔ وسعتِ نظر اور ذوقِ سلیم پیدا ہوتا ہے۔ بچوں اور نوجوانوں کو احمدیت پر قائم رکھنے اور زمانہ کی مسموم ہواؤں سے محفوظ رکھنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان میں حضور علیہ السلام کی کتب کے مطالعہ کی عادت راسخ ہو۔

ذیلی تنظیموں کی طرف سے منعقد ہونے والے امتحانات میں شرکت

حضور کی کتب کا مطالعہ انفرادی طور پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اجتماعی درس کی صورت میں بھی۔ لیکن ایک طریقہ

وہ بھی ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے انسانی نفسیات کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی تجویز فرمایا تھا۔ یعنی مرکز کی طرف سے وقتاً فوقتاً ایسے امتحانات منعقد کئے جائیں جن میں ہر فرد حصہ لے۔ حضور نے ۱۹۰۱ء میں ایسی ہی تجاویز پر مشتمل ایک اشتہار مفید الاخیار شائع فرمایا جس میں حضور تحریر فرماتے ہیں :-

"چونکہ یہ ضروری سمجھا گیا ہے کہ ہماری اس جماعت میں کم سے کم ایک سو آدمی ایسا اہل فضل اور اہل کمال ہو کہ اس سلسلہ اور اس دعوے کے متعلق جو نشان اور دلائل اور براہین قویہ قطعیہ خدا تعالیٰ نے ظاہر فرمائے ہیں۔ ان سب کا اس کو علم ہو اور مخالفین پر ہر ایک مجلس میں بوجہ احسن اتمام حجت کر سکے۔ اور ان کے مفتریانہ اعتراضات کا جواب دے سکے۔ اور خدا تعالیٰ کی حجت جو ان پر وارد ہو چکی ہے بوجہ احسن اس کو سمجھا سکے۔ اور نیز آریوں اور عیسائیوں کے وساوس شائع کردہ سے ہر ایک طالب حق کو نجات دے سکے۔ اور دین اسلام کی حقیقت اکمل اور اتم طور پر ذہن نشین کر سکے۔ پس ان تمام امور کے لئے یہ قرار پایا ہے کہ اپنی جماعت کے تمام لائق اور اہل علم اور زیرک اور دانشمند لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی جائے کہ وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء تک کتابوں کو دیکھ کر اس امتحان کے لئے تیار ہو جائیں اور دسمبر کی آئندہ تعطیلوں پر قادیان میں پہنچ کر امور متذکرہ بالا میں تحریری امتحان دیں ۔ ۔ ۔ مناسب ہے کہ ہمارے احباب جو زیرک اور عقلمند ہیں اس امتحان کے لئے کوشش کریں"

حضور کی یہی مبارک تجویز کو جماعت احمدیہ کی ذیلی تنظیموں میں اپنایا گیا ہے۔ مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا ایک کورس مقرر کیا ہے۔ اور ہر سہ ماہی میں اس کا امتحان ہوتا ہے۔ مجلس انصار اللہ کے ہر ممبر کے لئے لازم ہے کہ وہ اس امتحان میں شرکت کرے۔ اسی طرح مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے بھی ہر ماہ کے لئے حضور کی کتب امتحان کے لئے مقرر ہیں۔ خدام کا فرض ہے کہ وہ ان امتحانات میں شرکت کریں اور انصار کو چاہیئے کہ وہ اپنے بچوں کی علمی ترقی اور روحانی تربیت کے لئے انہیں شرکت کی تلقین کریں۔ اسی طرح لجنہ اماء اللہ کی تنظیم نے بھی مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے امتحانات لینے کا انتظام کیا ہے ہمیں اپنی مستورات اور بچیوں کو تلقین کرنی چاہیئے۔ کہ وہ بھی ان امتحانات میں شرکت کریں۔

(کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

جماعت احمدیہ کے قیام کی غرض

" اور اس جگہ اس وصیت کا لکھنا بھی موزوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک شخص اپنے بھائی سے بکمال ہمدردی و محبت پیش آوے اور حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر ان کا قدر کرے ان سے جلد صلح کر لیوے اور دلی غبار کو دُور کر دیوے اور صافِ باطن ہو جاوے اور ہرگز ایک ذرہ کینہ اور بغض ان سے نہ رکھے لیکن اگر کوئی عمداً ان شرائط کی خلاف ورزی کرے جو اشتہار ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء میں مندرج ہیں (یعنی شرائط بیعت) اور اپنی بے باکانہ حرکت سے باز نہ آوے تو وہ اس سلسلہ سے خارج شمار کیا جائے گا۔ یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقوےٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لئے ہے۔ تاکہ ایسے متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر ایک نیک اثر ڈالے۔ اور ان کا اتفاق اسلام کے لئے برکت و عظمت و نتائجِ خیر کا موجب ہو اور وہ برکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کی پاک و مقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔ اور ایک کاہل اور بخیل اور بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ و نااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔ اور اس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگایا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ گزینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں۔ اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ غرض نہیں اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں۔ یتیموں کے لئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کے لئے عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں۔ اور تمام تر کوشش اس بات کے لئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبتِ الٰہی اور ہمدردی بندگانِ خدا کا پاک چشمہ ہر ایک کے دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آوے۔ خدا نے ارادہ فرمایا ہے کہ محض اپنے فضل اور کرامت خاص سے اس عاجز کی دعاؤں اور اس ناچیز کی توجہ کو ان کی پاک استعدادوں کے ظہور و بروز کا وسیلہ ٹھہراوے۔ اور اس قدوس و جلیل الذات نے مجھے جوش بخشا ہے تا میں ان طالبوں کی تربیت باطنی میں مصروف ہو جاؤں اور ان کی آلودگیوں

کے ازالہ کے لئے دن رات کوشش کرتا رہوں اور ان کے لئے وہ نور مانگوں جس سے انسان نفس اور شیطان کی غلامی سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور بالطبع خدا تعالےٰ کی راہوں سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور ان کے لئے وہ روح القدس طلب کروں جو ربوبیت تامہ اور عبودیت خالصہ کے کامل جوڑ سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس روح خبیثہ کی تسخیر سے ان کی نجات چاہوں کہ جو نفس امارہ اور شیطان کے تعلق شدید سے جنم لیتی ہے۔ سو میں بتوفیقہٖ تعالےٰ کاہل اور سست نہیں رہوں گا۔ اور اپنے دوستوں کی اصلاح طلبی سے جنہوں نے اس سلسلہ میں داخل ہونا بصدق قدم اختیار کر لیا ہے غافل نہیں ہونگا بلکہ ان کی زندگی کے لئے موت تک دریغ نہیں کروں گا۔ اور ان کے لئے خدا تعالےٰ سے وہ روحانی طاقت چاہوں گا جس کا اثر برقی مادہ کی طرح ان کے تمام وجود میں دوڑ جائے۔ اور میں یقین رکھتا ہوں کہ ان کے لئے جو داخل سلسلہ ہو کر صبر سے منتظر رہیں گے ایسا ہی ہوگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور اپنی قدرت دکھانے کے لئے پیدا کرنا چاہا ہے۔ تا دنیا میں محبتِ الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔ سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا۔ اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا۔ اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا۔ اور ان کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا۔ اور ہزارہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا۔ اور وہ خود اس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشوونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔ اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے۔ دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے۔ اور اسلامی برکات کے لئے بطور نمونہ کے ٹھہریں گے۔ اور وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا۔ اور ہمیشہ قیامت تک ان میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔ اس ربِّ جلیل نے یہی چاہا ہے۔ اور وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اور ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔

فَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّ اٰخِرًا وَّ بَاطِنًا اَسْلَمْنَا لَهٗ وَهُوَ مَوْلَانَا فِي الدُّنْيَا
وَ الْاٰخِرَةِ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ۔"

(اشتہار ۴ مارچ ۱۸۸۹ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۵۳ تا ۱۵۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی منظوم کلام

احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

- یَا قَلْبِیْ اذْکُرْ اَحْمَدَا ۔ عَیْنَ الْھُدٰی مُفْنِی الْعِدَا
- بَرًّا کَرِیْمًا مُحْسِنًا ۔ بَحْرَ الْعَطَایَا وَالْجَدَا
- بَدْرٌ مُنِیْرٌ زَاھِرٌ ۔ فِیْ کُلِّ وَصْفٍ حُمِّدَا
- اِحْسَانُہٗ یُصْبِی الْقُلُوْ ۔ بَ وَحُسْنُہٗ یُرْوِی الصَّدَا
- مَا اِنْ رَأَیْنَا مِثْلَہٗ ۔ لِلنَّاشِئِیْنَ مُسَھِّدَا
- نُوْرٌ مِّنَ اللّٰہِ الَّذِیْ ۔ اَحْیَی الْعُلُوْمَ تَجَدُّدَا
- اَلْمُصْطَفٰی وَالْمُجْتَبٰی ۔ وَالْمُقْتَدَا وَالْمُجْتَدَا

- اے میرے دل! سرچشمۂ ہدایت اور دشمنوں کو فنا کرنے والے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کر
- یاد کر اس نیک، کریم اور محسن کو ہاں، یاد کر بحرِ جود وسخا کو
- وہ ماہِ تاباں ماہِ کامل۔ ہر وصف میں اسکی تعریف ہی کی گئی ہے۔
- اس کا احسان دلوں کو گرویدہ اور اس کا حسن تشنگی دور کر دیتا ہے۔
- ہم نے اسی جیسا نفستہ (روحوں) کو بیدار کرنے والا نہیں دیکھا۔
- وہ اللہ کا نور جس نے علوم کا نئے سرے سے احیاء کیا۔
- وہ برگزیدہ و منتخب اور مقتداء و مطلوب ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام

احمدِ آخر زماں صلی اللہ علیہ وسلم

- احمدِ آخر زماں کز نورِ او ۔۔۔ شُد دلِ مردم زخور تاباں ترے
- از بنی آدم فزوں تر در جمال ۔۔۔ وز لآلی پاک تر در گوہرے
- بر لبش جاری ز حکمت چشمۂ ۔۔۔ در دلش پُر از معارف کوثرے
- بہرِ حق داماں ز غیرش برفشاند ۔۔۔ ثانیٔ او نیست در بحر و برے
- آں چراغش داد حق کش تا ابد ۔۔۔ نے خطر نے غم ز بادِ صرصرے
- پہلوانِ حضرتِ ربِّ جلیل ۔۔۔ بر میاں بستہ ز شوکت خنجرے

(براہین احمدیہ)

○ احمدِ آخر زماں (صلے اللہ علیہ وسلم) جس کے نور سے فیض پاکر انسانوں کے دل تاباں میں سورج کو بھی مات کر گئے۔

○ وہ حسن میں تمام بنی آدم سے بڑھ کر اور آبداری میں موتیوں سے بھی پاک تر ہیں۔

○ ان کے لبوں سے حکمت کے چشمے جاری اور ان کے دل میں معارف کے کوثر موجزن ہیں۔

○ خدا کے لئے اس نے غیر سے اپنا دامن جھاڑ دیا۔ اس کا ثانی بحر و بر میں نہیں ملے گا۔

○ اس کے چراغ کو حق تعالیٰ نے ایسے طور سے روشن فرمایا ہے کہ تا ابد اسے بادِ صرصر کا خطرہ یا غم نہیں۔

○ وہ خدائے ذوالجلال کی درگاہ کا پہلوان ہے جس نے بڑی شوکت سے کمر پر خنجر باندھ رکھا ہے

تسبرکاتِ عالیہ

حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے

ایمان افروز واقعات

رقم فرمودہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ و حضرت میاں عبدالرحیم خان صاحب خالد رضی اللہ عنہما

— از جناب مولانا دوست محمد صاحب فاضل —

اوائل ۱۹۱۱ء کا واقعہ ہے کہ عاجز راقم کی درخواست اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی تحریک پر مخدومی بزرگوارم حضرت نواب میاں محمد عبدالرحیم خان صاحب خالد (ابن حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضؓ نے شیروانی کوٹ مالیر کوٹلہ سے حاجی الحرمین الشریفین حضرت مولانا نورالدین صاحب بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے نہایت ایمان افروز اور چشم دید واقعات قلم بند کر کے بھجوائے ۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء کو حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضؓ نے اپنے دستِ مبارک سے ایک مکتوب خاکسار کے نام تحریر فرمایا جس میں مذکورہ واقعات پر محققانہ نظر ڈالنے کے علاوہ بعض تاریخی کوائف بھی سپردِ قلم فرمائے۔

حضرت نواب عبدالرحیم خان صاحب خالد حضرت مہدی مسعود کی قبولیت دعا کے زندہ نشان تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۹ پر بالخصوص ان کا ذکر فرمایا ہے۔ اور حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ مہدی معہود کی لختِ جگر، صاحبِ کشف والہام اور سلسلہ احمدیہ کی جلیل القدر ہستی تھیں۔ یہ دونوں تاریخی شخصیتیں بالترتیب دسمبر ۱۹۷۵ء میں اور ۲۲/۲۳ مئی ۱۹۷۷ء کی درمیانی رات کو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہوگئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان بزرگوں کی مذکورہ تحریریں سلسلہ کی قیمتی امانت اور علمی تبرکات کی حیثیت رکھتی ہیں جن کا موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے محفوظ کیا جانا ضروری ہے۔ اگرچہ تاریخ احمدیت جلد چہارم میں ان کا اجمالی تذکرہ کیا جاچکا ہے۔ مگر ان کا مکمل متن غیر مطبوعہ ہے۔ اور اب پہلی بار رسالہ انصار اللہ میں شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ تعالےٰ قدرتِ ثانیہ کے مظہرِ اوّل کی مبارک تربت پر بے شمار انوار و افضال نازل فرمائے۔ اور ہمیں آپ کے نمونہ پر چلنے کی ہمیشہ ہی توفیق ملتی رہے۔ آمین

(دوست محمد شاہد)

جولائی ۱۹۷۷ء

۱۱

لاہور

۱۲ / مارچ ۶۳ء

مکرمی السید [illegible]

برادرم مکرم — السلام علیکم

خالہ کا خط رسالہ کی علالت کے سبب زیادہ نہ

لکھ سکے دوسرے زمانہ کے واقعات یاد آجاتے ہیں

ویسے یوں ہی پوچھو تو بھول جاتا ہوں -

آپ لکھنے کا زیادہ خاص طریق سے تکلفانہ سا آ[illegible]

جہاں جہاں "موجودہ حضرت صاحب" لکھا ہے اسکو

حضرت خلیفہ ثانی کر دیں — فتح محمد سیر سیالکوٹ

کا بھانجا داد، ہم شیر تھا یعنی جس دایہ نے ان کو دودھ

اسکے دیور کا لڑکا تھا -

خلیفہ رشید الدین کوٹھے کے اوپر جو بارے

[illegible] جو زنانہ حصہ اور زنانہ [illegible]

[illegible]

جانب تھا پورے سال بھر قیام کیا روزانہ کا معمول کہ اکثر
زمانہ کا گھر میں ذکر ہوتا تھا خالو سے بھول گئے ہیں اسی
اثنا میں خالہ جان فوت ہو گئیں کچھ دنوں بعد آثار لے گئے اور
معلوم ہوا جب حیدرآباد سے آئے دن تھے۔
آئے میاں مرحوم سنایا کرتے تھے کہ اسی سال چھ ماہ اور
حضرت خلیفہ اول کو بھی اجازت حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے فرمایا تھا کہ تمہاری (یعنی میری) ولادت پر حضرت
ام المومنین کی علالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام
کا تار آیا بلانے کو اور وہ فوراً تشریف لے گئے
خالہ حضرت خلیفہ اول کی موجودگی میں میرا
ہوا تھا میرے اشتیاق کے بعد ہمارا ہے اور میاں
بتایا کرتے تھے کہ حضرت خلیفہ اول نے لسّی کی جگہ

حضرت میاں عبدالرحیم خان خالد کی محررہ روایات ـــ

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ میری پیدائش سے قبل ہی مالیر کوٹلہ آکر ٹھہر ے تھے۔ مجھے افسوس ہے مالیر کوٹلہ میں ان کے رہائشی مقام کا علم دینے سے قاصر ہوں۔ البتہ آپ والدہ صاحبہ سے دریافت فرمالیں شائد ان کو والد مرحوم نے بتلایا ہو۔ نورالدین اعظم ایک سیدھے سادے دراز قد انسان تھے۔ خط و خال موٹے۔ ہونٹ اور ناک نہایت نمایاں۔ مہندی رنگی ہوئی داڑھی سرخ تولہ رنگ۔ مگر اس کے باوجود آپ کی صورت نہایت دلکش اور پُر رعب تھی۔ عموماً تہبند باندھا کرتے تھے۔ قد آدم عصا ہاتھ میں ہوتا تھا۔ راستہ میں چلتے چلتے جب بات کرنے کے لئے کھڑے ہوتے تو عصا پر دونوں ہاتھ رکھ کر ٹھوڑی کا ٹیکہ دے کر کھڑے رہتے۔ ہم بچوں کے ساتھ نہایت شفقت کا سلوک فرماتے تھے۔ ہمارے والد ہمیں سکول میں داخل نہیں کرتے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں حضرت خلیفہ اوّل کے حکم سے ہمیں قادیان کے سکول میں داخل کیا گیا۔ کوشش خلیفہ ثانی کی تھی۔ مگر خلیفہ اوّل نے میرے والد کے پاس پُر زور سفارش کی۔ داخلہ کے وقت مولوی صدرالدین صاحب ہیڈ ماسٹر تھے۔ ان کو ہدایت فرمائی کہ ان کے ساتھ نہایت خاص سلوک کیا جائے۔

مولوی عبدالحی مرحوم فرزند خلیفہ اوّل کو شام کے وقت قرآن شریف کا درس دیا جاتا تھا اس میں ہم عمر بچے میرے منجھلے بھائی عبداللہ خان اور راقم دونوں نے جانا شروع کیا۔ پہلے دن جب ہم گئے تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا۔ الفاظ یہ تھے کہ میرا گھر نور سے بھر گیا۔ میاں تم دونوں کے آنے سے بہت خوشی ہوئی۔ بتاشے تقسیم کئے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے آپ نے سب بچوں سے فرمایا۔ بتلاؤ نَقِیْرًا[1] کے کیا معنے ہیں۔ سچ بات تو یہ ہے کہ کسی نے بھی صحیح ترجمہ اس کا نہیں بتلایا۔ مولوی عبدالحی کسی قدر مطلب سمجھانے میں کامیاب ہوئے مگر میں نے ترجمہ بالکل صحیح بتلایا کہ کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو پردہ ہوتا ہے اس کو نقیرا کہتے ہیں۔ آپ نے ایک روپیہ چاندی کا انعام رکھا تھا۔ چونکہ مولوی عبدالحی کسی قدر سندی تھے۔ وہ مصر ہوئے کہ میرا بھی انعام میں حصہ ہے۔ چنانچہ آپ نے وہ روپیہ مجھے دے دیا۔ کہا کہ میاں تم نصف نصف تقسیم کر لو میں

---

[1] خالد نے پردہ شائد غلطی سے لکھ دیا گٹھلی کے اوپر جو باریک سوراخ ہوتا ہے۔ یہی نقیرا کے معنی ہیں یا شائد دوسرے معنی بھی ہوں گے۔ مبارکہ

سے مولوی عبدالحی کو ۸ آنے حضرت مولانا کے روبرو دے دیئے وہ روپیہ میری ترکی ٹوپی کے اندر کپڑے میں سلا ہوا بہت عرصہ تک رہا۔ پھر معلوم نہیں کسی نے کہا یہ شرک ہے اور بدعت میں داخل ہے۔ ایسا نہ کرو میں نے اس نصیحت پر عمل کر کے ٹوپی سے اتار لیا۔ بعد میں معلوم نہیں اس کا کیا حشر ہوا۔ کہاں گیا

ایک مرتبہ آپ نے شائد امتحاناً مجھے فرمایا میاں آج کا سبق درس کا قرآن شریف سے نکال دو چنانچہ مَیں نے نکال دیا وہ ختم سورۃ تھی۔ اور مَیں نے صحیح نکالا تھا۔ آپ نے سمجھا کہ میں نے ختم سیپارہ نکالا ہے۔ مجھے فرمانے لگے۔ میاں تمہیں آج کا درس بھی معلوم نہیں ہے۔ میں بچہ تھا خاموش ہو گیا لیکن مولانا اسمٰعیل صاحب مولوی فاضل میری امداد پر بولے حضور یہ درست ہے۔ اور آج اسی پر درس فرمایا جائے گا۔ فرمانے لگے میاں مجھے معاف کر دینا میری غلطی تھی۔

آپ کا گھر بالکل کچا درمی۔ کرسی میز کا نام نہیں تھا۔ البتہ چٹائیاں ضرور بچھی رہتی تھیں۔ یہی حال مطب کا تھا۔ آپ نسخے لکھ کر دیا کرتے تھے۔ مولوی قطب الدین ادویہ بنا کر دیا کرتے تھے۔ مطب میں پیسے لینے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک حجرہ مطب کے پاس تھا اس میں آپ کا کتب خانہ ہوتا تھا۔ مولوی غلام محمد کشمیری گورے رنگ کے نہایت صورت و سیرت اس کتب خانہ کے نگران تھے۔ میں نے کتب خانہ خود تو نہیں دیکھا لیکن سنا ہے اس میں بہت نایاب کتب تھیں۔ کتب کا بڑا شوق تھا۔ یہ میرا سماعی ہے چشم دید نہیں۔ کہ میرے والد کے پاس ایک ۱۹۸ سنہ ہجری کا قلمی قرآن شریف تھا۔ وہ آپ کو دکھلایا گیا۔ آپ نے دیکھ کر چارپائی جس پر بیٹھے ہوئے تھے۔ وہاں ہی تکیہ پر رکھ دیا۔ والد ان کی بعید عزت کیا کرتے تھے۔ یعنی خلافت سے قبل بھی ان کا درجہ استاد کا تھا۔ تو والد نے خیال کیا کہ جب انہوں نے واپس نہیں کیا۔ شائد اسے تفصیل سے کسی وقت دیکھیں گے۔ تو وہ قرآن شریف وہاں ہی پڑا رہا۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہر دو اطراف سے ہر ایک کے ذہن سے یہ نسیاً منسیاً ہو گیا۔ کچھ عرصہ سال دو سال کا گذرا ہو گا۔ شائد پیسہ اخبار نے جو اس زمانے میں پنجاب میں بہت وسیع اشاعت کا مالک تھا۔ یہ شائع ہوا کہ امیر حبیب اللہ خان آف کابل کو فیروزپور کے ایک شخص نے قرآن شریف ۱۹۵ سنہ ہجری کا فروخت کے لئے پیش کیا اور اس کا نام فتح محمد[1] ہے۔ اس سے سلسلہ یاد تازہ ہوا۔ دماغ میں سوئے ہوئے واقعات جاگ اٹھے۔ حضرت مولانا نے بھی وہ اخبار والد کو بھیجا۔ اور والد بھی اس واقعہ کو اخبار میں پڑھ چکے

---

[1] یہ واقعہ مَیں نے بھی بارہا سنا۔ وہ قرآن شریف اتفاق سے مل گیا تھا۔ "فتح محمد" کو حضرت خلیفہ اولؓ کی خدمت کے لئے چھوڑا ہوا تھا۔ مبارکہ

تھے۔ مختصر یہ کہ میرے والد کو معلوم تھا کہ ان کے ہمشیروں میں سے فتح محمد راقوت نامی بددیانت اور سارق تھا۔ وہ کوٹلہ چھوڑ کر وہاں کسی کے پاس خانگی ملازم ہے۔ تو والد نے فوراً کسی اپنے معتمد کو فیروز پور بھیجا۔ وہ زمانے اچھے تھے۔ بدمعاش سے بدمعاش بھی اس قدر چالاک اور شاطر نہیں تھے۔ وہ شخص ڈر گیا اور اس نے قرآن شریف واپس دے دیا۔ حضرت مولانا کو جب معلوم ہوا کہ یہ قرآن شریف جب سے ہی غائب ہے تو آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ کہ خدا نے میری بریت کر دی۔ شاید نواب صاحب (میرے والد) کو یہی خیال رہا ہوگا کہ یہ میں نے ہی ہضم کر لیا ہے۔

علم کا شوق اس قدر تھا کہ جہاں کسی کتاب کا علم ہوتا۔ مصر میں یا کہیں چھپی ہے۔ وہ خواہ کتنی قیمت کی کیوں نہ ہو وہ فوراً منگوالی جاتی۔ حصول علم کا شوق جوانی سے تھا۔ ان کے زمانے میں سکول یا مکتب باقاعدہ کہاں تھے۔ کسی عالم کی جہاں شہرت سنی باوجود رسل و رسائل کے ذرائع اس قدر آسان نہ تھے۔ کوسوں پیدل چل کر اس مقام پر جا پہنچتے۔

یہ میرا سماعی ہے دو اشخاص بابا صفدر (مرزا صفدر علی) اور ایک احمد دین دونوں آپ کے قصے سنایا کرتے تھے کہ لوگ مالی امداد کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ کبھی کسی کو انکار نہیں فرماتے تھے۔ کہہ دیا کرتے تھے بیٹھ جاؤ جو تمہاری قسمت کا ہوگا وہ تم کو مل جائے گا۔ آپ کے علاج سے جو مریض شفایاب ہوتے یا اعتقاداً لوگ آپ کو حاضر ہو کر یا کسی کے ہاتھ بھیجکر یا بذریعہ منی آرڈر روپیہ دیا یا ارسال کرتے تو اگر دو تین حاجتمند لوگ منتظر بیٹھے ہوتے تو ان کو سلسلہ وار جس کی پہلی درخواست ہوتی اس کو پہلے پھر دوسرے تیسرے کو جو آتا یہ کہہ کر دے دیا کرتے۔ لو بھئی یہ تمہاری قسمت کا ہے۔ اب اس پر اکتفا کرو۔ احمد دین ہمارے ہاں ملازم رہے۔ مگر ان کے تعلقات حضرت مولانا کے ساتھ اور گھر والوں کے ساتھ بے تکلفی کے تھے

حضرت مولانا کے ہاں اولاد نہایت بڑھاپے میں ہوئی تھی۔ ہماری عمروں میں مولوی عبدالحی اور صاحبزادی امۃ الحی بھی تھیں۔ امۃ الحی کسی قدر چھوٹی تھیں۔ نہایت تیز اور چلبلی تھیں۔ کبھی کبھی کوٹ پتلون میں ملبوس ہاتھ میں چھڑی لئے کر مطب میں آتی تھیں بہت خوب جچتی تھیں۔ حضرت مولانا انکو پیار سے ڈاکٹر صاحب کہہ کر پکارا کرتے۔ انکی شرارتوں سے تنگ نہیں آتے تھے۔ ۷ سال عمر کی اس وقت یہ لڑکی تھیں۔ مگر مولانا کے انتقال سے بہت عرصہ قبل وہ پردے میں چلی گئیں۔ ان کی نسبت اس کے بعد مجھے کوئی علم نہیں ہے۔ البتہ مولوی عبدالحی کی ۱۳۔۱۴ سال عمر ہو گئی تھی۔ اس کے باوجود اپنے والد سے ہم کلام ہوتے ہوئے ان کا منہ ہاتھ سے اپنی طرف کر کے بات کرنے کے عادی تھے۔ ان کو اس بات کی پرواہ نہ تھی۔ کہ وہ کسی دوسرے سے مخاطب ہیں۔ یا اس وقت کی گفتگو کس اہمیت کی حامل ہے۔ گو ہم بچے تھے لیکن ہمیں بھی یہ صاحبزادے کا عمل ناخوشگوار

معلوم نہیں دیتا تھا۔ مگر حضرت مولانا اسی تبسم اور کشادہ پیشانی سے ان کی طرف متوجہ ہو جاتے۔ بہرحال حضرت مولانا کے متعلق میرے پاس اس قدر مواد ہے کہ میں ایک ضخیم کتاب لکھ سکتا ہوں۔ تاہم محض ایک واقعہ سے اس تبصرہ کو ختم کرتا ہوں۔ وہ آپ کے زمانہ علالت کے آخری ایام کا واقعہ ہے شاید انتقال سے دو تین دن قبل آپ نے حاضرین سے دریافت کیا کہ نواب صاحب کہاں ہیں۔ میں وہاں ہی بیٹھا تھا۔ ملازم گیا اس نے اندر اطلاع کی میرے والد کافی دیر کے بعد آئے۔ مگر اس اثناء میں دو تین مرتبہ آپ نے فرمایا نواب صاحب نہیں آئے۔ یہ ہماری کوٹھی دارالسلام کا واقعہ ہے۔ بالآخر میرے والد آئے ان کو دیکھ کر فرمانے لگے۔ میں وصیت لکھانا چاہتا ہوں۔ اب مجھے یاد نہیں کہ وہ وصیت کس نے لکھی۔ وہ جب لکھی گئی پڑھ کر سنائی گئی اور میرے والد کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اسے آپ امانتاً رکھیں۔ چنانچہ وہ آپ کے انتقال کے بعد میرے والد نے مسجد نور میں سنائی۔ اور خلیفہ کا نیا انتخاب ہوا۔

میں نے تو اوپر ایک واقعہ لکھ کر ان واقعات کو ختم کرنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن یہ بھی کافی اہم واقعہ ہے کہ آپ جب کبھی قصبہ قادیان سے ہماری کوٹھی آیا کرتے تھے تو آپ سواری کے لئے گھوڑی ہمارے اصطبل سے منگوالیا کرتے تھے۔ برادرم میاں عبداللہ خان کی سبزی گھوڑی شریف تیز رفتار تھی۔ وہی ان کو سواری کے لئے بھیجی جایا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ معلوم نہیں گھوڑی پہنچنے میں تاخیر ہو گئی۔ مولوی عبدالحی کی بڑی منہ زور اور شریر گھوڑی تھی۔ آپ اس پر سوار ہوئے۔ ریتی چھلے وہ تیز ہو گئی۔ بڑھاپے کا زمانہ تھا۔ شائد سنبھال نہ سکے۔ اس نے آپ کو گرا دیا۔ منہ پر سخت چوٹ آئی۔ ڈاکٹر الٰہی بخش معالج تھے۔ زخم سے آپ بہت کمزور ہو گئے۔ شام کو ہی ہم دیکھا کرتے تھے۔ سید محمود اللہ شاہ جو اس وقت ہماری عمروں کے ہی تھے نماز پڑھایا کرتے تھے۔ آپ بیٹھ کر ان کے پیچھے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ موجودہ حضرت صاحب[1] کو بھی وہاں چارپائی پر اسی جماعت میں نماز مغرب پڑھتے دیکھا۔ یہ اس وقت جوان تھے۔ داڑھی بھی کوئی زیادہ خاص نہیں تھی۔ اپنے ہم عمروں سے ہی معلوم ہوا کہ دورہ ضعف ہو گیا ہے۔ لوگ بعد نماز ان کو دبا رہے تھے۔ لیکن حضرت در آنحالیکہ خود بیمار تھے بار بار دریافت کرتے کہ میاں صاحب اب کیسے ہیں۔

میں اور حضرت صاحبزادہ میاں بشیر احمد صاحب جمعہ کی نماز پڑھ کر کوٹھی چلے آ رہے تھے۔ کہ ریتی چھلے سے ذرا دور حضرت مولوی شیر علی صاحب کی کوٹھی کے قریب مقابل سے کسی آنے والے نے اطلاع دی کہ حضرت مولانا خلیفہ اوّل کا انتقال ہو گیا ہے۔ میاں بشیر احمد صاحب اس وقت اس قدر پریشان ہوئے کہ

---

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

انہوں نے کوٹھی کی طرف بھاگنا شروع کیا۔ میں بھی ساتھ بھاگ چلا۔ تو اسی پریشانی میں ہم کوٹھی پہنچے۔ پھر کیا تھا لوگ آتے شروع ہوئے اور ہماری کوٹھی کا ہر حصہ اور ہر میدان آدمیوں عورتوں سے بھر گیا۔

دوسرے دن جب مَیں باہر نکلا تو موجودہ حضرت صاحب[1] اِدھر اُدھر سخت گھبراہٹ میں ٹہل رہے تھے۔ شائد ایک بجے کے قریب جنازہ پڑھا گیا۔ خلیفہ کا انتخاب ہوا۔ مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ خلیفہ کا انتخاب ہونے کے بعد جنازہ پڑھا گیا یا کیسے۔ مگر اصولاً خلیفہ کا انتخاب ہونے کے بعد ہی جنازہ پڑھا جاتا ہے۔ اور ایسا ہی ہوا ہوگا۔ کافی اندھیرے میں شام کو ہم بہشتی مقبرے جنازے کے ساتھ پہنچے اور تدفین عمل میں لائی گئی۔ اس دھرتی ماتا میں کیسے کیسے سپوت پیدا ہوئے۔ اس وقت معلوم ہوتا تھا دنیا ختم ہوگئی۔ مگر اس دنیا کی چہل پہل وہی ہے جو پہلے تھی۔

میرے دماغ نے جہاں تک میرا ساتھ دیا ہے مَیں سمجھتا ہوں یہ واقعات غیر صحیح نہیں ہیں مگر شائد مرور زمانہ سے واقعات میں کمی یا زیادتی ہوگئی ہو اس کا میں ذمہ وار نہ سمجھا جاؤں۔ (دستخط میاں عبدالرحیم خان خالد)

[1] حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

عاجزانہ راہوں کو اختیار کرو

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"عاجزانہ راہوں کو مضبوطی سے پکڑو۔ صراطِ مستقیم پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ۔ عاجزانہ طور پر اس کے حضور جھکو اور اس سے دعائیں کرتے رہو۔ ہر ایک کی بھلائی چاہو کسی سے دشمنی نہ کرو۔ خواہ وہ ساری عمر تم سے دشمنی کرتا رہا ہو۔ معاف کرنے کی عادت ڈالو۔ خدا کے بندوں سے پیار کرو۔ جو مظلوم ہیں ان کے ظلم دُور کرنے کی جہاں تک تمہیں طاقت ہے کوشش کرو۔ جو حقوق سے محروم ہیں ان کے حقوق دلانے کی سعی کرو۔ خدا کے ہو جاؤ اور اس کی اطاعت کا جُوا اپنی گردنوں پر رکھ کر اپنی زندگی کے دن گزارو۔ اللہ تعالےٰ تمہیں وہ کچھ دے گا کہ قیامت تک تمہاری نسلیں تم پر فخر کریں گی اور حقیقتاً یہ دیکھیں گی کہ تمہیں وہی ملا جو صحابہؓ کو ملا تھا۔ اور وہ وعدہ پورا ہوا جو مہدی معہودؑ سے کیا گیا تھا۔"

(تقریر جلسہ سالانہ ۱۹۷۰ء)

صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب

"احمدِ مرسل! آپ پہ ہوں ماں باپ فدا میرے سو بار"

عشق میں ان کے آنسو آنسو دامن اپنا بھرتا تھا
اس سیلابِ محبت کا الزام کسی پر دھرنا تھا

بستی بستی آگ لگا کر قتل کا ساماں کیا مطلب
ویسے ہی تم کہہ دیتے تو جان کو حاضر کرنا تھا

راہِ وفا میں دیوانوں کو روکیں بھی تو کیا روکیں
چھوڑیں اِن کو لکھا ان کی قسمت ہی میں مرنا تھا

احمدِ مرسل! آپ پہ ہوں ماں باپ فدا میرے سو بار
آپ نے جس رستے پہ چلایا اس رستے پر چلنا تھا

آپ کا یہ احسانِ فراواں آپ کا یہ الطاف و کرم
دیکھ کے اس کو غیروں نے تو دل ہی دل میں جلنا تھا

جان سے پہلے مہدی سے جب سیکھ لیا آئینِ وفا
پھر ان لوگوں کے قانونوں سے ہم نے کیا ڈرنا تھا

جناب قاضی محمد اسلم صاحب ایم۔اے

اسلام کے متعلق اہلِ یورپ کے مزاج میں تبدیلی

جماعت احمدیہ کی تبلیغی مہم کے مثبت نتائج

ہمارے زمانے میں مغربی ممالک نے علوم و فنون، اقتصادیات، تجارت، سیاست اور حکومت میں حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ اور یہ ترقی قریباً ۲۰۰ سال سے جاری ہے۔ اس سے پہلے یہ صورت نہ تھی۔ اس سے پہلے اسلام کا دور دورہ تھا۔ دنیا کے ایک بڑے حصے پر مسلمانوں کی حکومت تھی۔ اور جہاں حکومت نہ تھی وہاں ان کا رعب اور دبدبہ تھا۔ یورپ اس وقت علوم و فنون میں بہت پیچھے تھا۔ اور امریکہ کو تو کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ یہ تغیر کیسے ہوا؟ اس وقت یہ سوال نہیں۔ اس وقت یہ دیکھنا ہے کہ یورپ نے ترقی کی۔ پھر امریکہ نے بھی ترقی شروع کی۔ اور چونکہ مغربی قوموں کا مذہب عیسائیت تھا اس لئے اہلِ مغرب کی ترقی اور ان کے غلبہ اور ان کے پھیلاؤ سے عیسائیت نے بھی پھیلنا شروع کیا اور اکثر اہلِ مغرب یہ سمجھنے لگے کہ دنیا کی مادی ترقی کی باگ ڈور تو ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس ترقی کے ساتھ مسیحیت بھی ترقی کرتی چلی جائے گی۔ گویا ہر بات میں مغرب دنیا کا استاد ہوگا۔ مادی علوم و فنون میں بھی اور مذہب میں بھی اور یہ سلسلہ مستقل طور پر چلتا چلا جائے گا۔ ہاں مغربی قوموں کی آپس کی جنگوں سے ان خیالات کو کبھی کبھی سخت دھکے لگے۔ لیکن ہر ایسے دھکے کے بعد وہ سمجھتے کہ دنیا کی بڑی طاقتوں میں ان کا کوئی نہ کوئی سامان ہو ہی جائے گا۔ اس لئے کچھ ہی ہو مستقبل میں دنیا کی سیاسی اور مادی قیادت ہی نہیں دنیا کی روحانی قیادت بھی اہلِ مغرب کے ہاتھ میں ہی رہے گی۔ لیکن ہمارے قریب کے زمانہ میں کچھ اور قسم کے تغیرات ظاہر ہونے لگے۔

(۱) اوّل تغیر یہ ظاہر ہوا کہ جنگی علوم و فنون کی ترقی کے نتیجہ میں ایسے آلات اور ہتھیار تیار ہو گئے۔ جن سے موجودہ تہذیب اور تہذیب کے مراکز اور تہذیب کے اداروں کی تباہی کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔ اور اہلِ مغرب بھی سوچنے لگے کہ اگر انہیں اپنی ترقی کو بحال رکھنا ہے۔ اور اس سے لطف اندوز ہونا ہے تو ضروری ہے کہ انسانی زندگی کو ٹھوس اخلاقی اور روحانی بنیادوں پر اٹھایا جائے۔ اخلاقی اور روحانی امور کی حیثیت ثانوی نہ ہو بلکہ اوّلے ہو۔ تاکہ علوم کی تحقیقات فنی ایجادات اور قوموں کی آپس کی رقابتیں محفوظ راستوں کو اختیار کئے رہیں۔ اور بنی نوع انسان ترقی کے نشے میں خودکشی ہی نہ کر بیٹھیں۔

۲۔ دوسرا تغیر ہمارے قریب کے زمانہ میں یہ ہوا۔ کہ وہ ممالک جو آج تک پسماندہ کہلاتے اور پسماندہ تھے بیدار ہونا شروع ہو گئے۔ اور ایک ایک کر کے اقوام کی انجمن میں مغربی اقوام کے برابر دنیا کے معاملات میں شریک ہونے لگے۔ مسلمان ممالک بھی بیدار ہوئے اور مغرب کی سیاسی غلامی سے آزاد ہو کر اپنی اپنی قومی زندگی بسر کرنے لگے۔

۳۔ تیسرا تغیر اور یہ تغیر ان تینوں تغیرات میں سب سے زیادہ معنی خیز ثابت ہونے لگا۔ اور وہ یہ کہ اسلام کی روحانی طاقت بیدار ہوئی۔ صدیوں کی غفلت کے بعد مسلمانوں نے اسلام کی روحانی تاثیرول اور اس کی پُرحکمت تعلیم کے لاجواب دلائل کے متعلق ایک نیا علم حاصل کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ان میں سے کئی جو اگرچہ دوسروں کے مقابلہ میں عشر عشیر بھی نہ تھے۔ بے سروسامانی کے عالم میں دنیا کے مختلف علاقوں میں نکل پڑے بجائے دفاع اور معذرت کے انہوں نے اسلام کی طرف سے دنیا کو چیلنج کرنا شروع کر دیا۔ ان تغیرات نے اور علی الخصوص اس تیسرے تغیر نے اہل مغرب کو سوچ میں ڈال دیا۔ اور وہ اس لئے کہ اہل مغرب نے تمام غیر عیسائی مذاہب کے متعلق عام طور پر اور اسلام کے متعلق خاص طور پر یہ اثر پیدا کر رکھا تھا۔ کہ یہ تمام کے تمام مذاہب ایک قصۂ ماضی ہیں۔ اور اسلام کے متعلق تو انہوں نے یہ اثر پیدا کر رکھا تھا کہ ماضی میں بھی اس کی ترقی جبر او ر تلوار اور مادی اثر و نفوذ کی مرہون منت تھی۔ جب ہمارے قریب کے زمانہ کے اسلامی منادوں نے اپنی بے سروسامانی کے باوجود مغرب اور مشرق میں جہاں بھی ان سے ہو سکا۔ وہاں وہاں جا کر چیلنج کرنا شروع کیا۔ تو اہلِ مغرب سوچنے لگے کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ ادھر مغربی اقوام کا امن بڑھتے ہوئے خطروں سے دوچار ہے۔ ادھر وہ قومیں جو پسماندہ کہلاتی تھیں بیدار ہو رہی ہیں۔ ادھر اسلام جسے وہ جبر کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ ایک نئی روحانی طاقت سے مغرب پر حملہ آور ہے۔

اہلِ مغرب اب کیا سوچ رہے ہیں؟ —

اس ماحول میں اہل مغرب اب کیا سوچ رہے اور کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ کل دنیا کے لئے باعث دلچسپی ہے لیکن اہل اسلام کے لئے خاص طور پر۔ کیونکہ کچھ ہی ہو مغرب نے مادی اور روحانی اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا۔ اب بھی انہیں یہی کھٹکا ہے کہ یہ اقتدار پھر مسلمانوں کے پاس نہ چلا جائے۔ اہل مغرب طبعاً چاہتے تو یہی ہیں۔ کہ ان کی مادی اور روحانی گویا دوہری قیادت دنیا میں باقی رہے۔ لیکن زمانے کے تغیرات سے وہ خائف ہیں۔ اس لئے ان کے فکر میں ایک قسم کی پراگندگی بھی نظر آتی ہے۔ لیکن جو کچھ بھی ہے اس فکر میں ہمارے لئے بہت کچھ سامانِ غور و فکر ہے۔ مغرب کے اس جدید فکر

سے واقف ہونا ہمارے لئے فائدے کا موجب ہے۔ اور اس سے ناواقف رہنا ہمارے لئے نقصان کا موجب ہے۔

جہاں تک مَیں نے غور کیا ہے مفکرینِ مغرب اس وقت زیادہ تر تین قسم کے ہیں۔ اوّل تو پروفیسر آرنلڈ ٹائن بی کی قسم کے سکالر جن کا مغرب کی دوامی قیادت پر اعتماد متزلزل نہیں ہوا لیکن ان میں اتنی سمجھ۔ سوچ سنجیدگی اور شرافت اور ذوق ضرور ہے۔ کہ وہ اپنے مخالف آثار اور مخالف حالات کا مطالعہ اور ایک حد تک سچائیوں کے اعتراف کے لئے بھی تیار رہتے ہیں۔ پروفیسر ٹائن بی کو اسلام اور مسلمانوں کے موضوع سے خاص دلچسپی ہے۔ اور طرز بھی ہمدردانہ ہے لیکن جیسا کہ بعض لکھنے والوں نے لکھا ہے۔ کہ پروفیسر ٹائن بی ابھی یہ امید لگائے بیٹھے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ آئیں گے بلکہ حالات کا تقاضہ ایسا ہے۔ کہ اب وہ آتے ہی ہوں گے۔ ان کے آنے سے دنیا کے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ امن بھی ہو جائے گا۔ تہذیبِ مغرب بھی باقی رہ جائے گی۔ اور عیسائیت ہی دنیا کی مذہبی لیڈر ہو گی۔

پروفیسر ٹائن بی کا ایک لیکچر

کچھ عرصہ ہوا پروفیسر ٹائن بی پاکستان کے دورے پر آئے۔ کراچی میں بھی انہوں نے ایک لیکچر دیا۔ میں بھی اس لیکچر میں موجود تھا۔ لیکچر اسلام پر تھا یعنی تاریخ اسلام پر۔ کیونکہ ٹائن بی صاحب کا مضمون تاریخ ہے۔ ٹائن بی صاحب نے اوائل اسلام کی ترقی کے منازل کا نہایت عمدہ نقشہ کھینچا۔ لیکن اس میں اسلام اور مسلمانوں کی فتوحات کا ذکر زیادہ اور اسلام کی تعلیمات اور اس کے ذریعہ جو روحانی تغیر ہوا اس کا ذکر کم تھا۔ بیشتر حصہ بیان کر چکنے کے بعد وہ اسلام کی روحانی فتوحات کی طرف بڑھے۔ مضمون کے اس حصے کو انہوں نے ان الفاظ سے شروع کیا کہ

"چونکہ اسلام محض تہذیبی اور سیاسی نظام ہی نہیں بلکہ ایک مذہب بھی ہے" اس "بھی" پر میں چونک پڑا۔ کچھ اور دوست بھی چونک پڑے۔ میں نے اس پوائنٹ پر ایک سوال لکھ کر بھیج دیا اور ٹائن بی صاحب کا بھلا ہو۔ انہوں نے اسی سوال کو سب سے پہلے جواب دینے کے لئے اٹھا لیا۔ میں نے پوچھا آپ نے یہ کیوں کہا۔

"Islam is also a religion"

اس سے تو پتہ لگتا ہے کہ آپ بھی وہی فرسودہ خیالات رکھتے ہیں جو اسلام دشمن مصنفین نے تمام سچائیوں کا خون کرتے ہوئے یعنی تاریخ کا۔ انسانی فطرت کا۔ دنیا کی متعدد قوموں کی قولی اور فعلی

شہادت کا، عقل اور انصاف کا خون کرتے ہوئے پھیلا رکھے ہیں۔ جواب میں ٹائن بی صاحب نے کہا کہ یہ بات میرے منہ سے نکل گئی۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا image یعنی ہمارا تصور جو اسلام کے متعلق ہے۔ وہ کسی طرح بدلنے میں نہیں آتا۔ ہم جانتے ہیں کہ اسلام کی ابتداء میں جو جنگیں ہوئیں ان کی ذمہ داری اسلام پر نہیں بلکہ ان طاقتوں پر ہے۔ جو اسلام کو بہ جبر مٹانا چاہتی تھیں۔ اور اسلام نے تو ان جنگوں کو اخلاقی حدود کے اندر رکھا۔ اور ان جنگوں کے اختتام پر سارے عرب میں عدل اور امن اور حریت ضمیر کو قائم کرکے دکھا دیا۔ لیکن کیا کریں۔ چونکہ اسلام کے شروع میں ہی جنگیں آگئیں۔ ادھر عیسائیت میں جنگیں بہت بعد میں آئیں اس لئے اسلام کی تصویر جب ہمارے سامنے آتی ہے تو اس تصویر میں جنگ کا حصہ نمایاں ہوتا ہے۔

ایک بہت بڑا تغیر —

ٹائن بی صاحب کے اس جواب میں کچھ معذرت ہے۔ کچھ ندامت ہے کچھ اعتراف حقیقت ہے لیکن نتیجہ کیا؟ نتیجہ یہی کہ اسلام اور تلوار کا جوڑ ہے۔ اس کا جواب کیا ہے؟ جواب یہ ہے کہ اس زمانے میں تو مسلمان کے پاس تلوار نہیں۔ پھر اس زمانے میں اسلام کے متعلق جو نیا یقین اور نئی امیدیں پیدا ہو گئی ہیں یہ کیوں؟ اور باوجود اس کے اسلام کو عیسائیت اپنا حریف بلکہ کامیاب حریف سمجھنے لگی ہے یہ کیوں؟ اس کا جواب کوئی دے یا نہ دے۔ ٹائن بی صاحب کے اپنے جواب سے دو باتیں واضح ہو جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ عیسائی سکالر اب مجبور ہو گئے ہیں۔ کہ اسلام کے متعلق اپنے سابقہ پراپیگنڈے کا ازالہ کریں۔ یا اس کو نئی شکل دیں اس لئے وہ [illegible] تک آگئے۔ اور یہ بہت بڑا تغیر ہے۔ اور ہمارے زمانے میں جو اسلامی تبلیغ شروع ہوئی اور بے سروسامانی میں۔ لیکن ولولوں اور دلائل کے ساتھ ایک نئے نور نئے یقین کے ساتھ شروع ہوئی۔ یہ تغیر اس تبلیغ کی کامیابی کا عملی ثبوت ہے۔ مجھے یاد آ رہا ہے کہ مشہور پروفیسر سر طامس آرنلڈ جو علی گڑھ اور لاہور میں رہ چکے ہیں۔ انہوں نے ایک نہایت ہی اعلیٰ کتاب تاریخ اشاعت اسلام پر لکھی۔ ہندوستان میں رہ کر وہ اسلام کی روحانی طاقت کے قائل ہو گئے تھے کئی سال بعد انہوں نے پھر اسلام پہ ایک مختصر رسالہ لکھا۔ اسی اثناء میں ہمارے لٹریچر میں طامس آرنلڈ کی تاریخ اشاعت اسلام سے اقتباس شائع ہوتے رہے۔

ہمارے مشن بھی دنیا کے مختلف مراکز میں نظر آنے لگے۔ عیسائیوں کے مشنری حلقوں نے محسوس کیا اور آرنلڈ صاحب بھی اس احساس میں شامل ہو گئے کہ ان کی کتاب کا مسلمانوں کو بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ قیاس ہے

انہوں نے آرنلڈ صاحب پر زور بھی دیا ہوگا۔ بہرحال اس دوسرے رسالے میں آرنلڈ صاحب نے اپنے پہلے نظریہ کو نرم کر دیا۔ پہلے ان کا نظریہ تھا کہ اسلام تلوار سے نہیں بلکہ تبلیغ سے اور اپنی طبعی طاقت سے پھیلا ہے۔ پھر انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ اسلام تلوار ہی سے نہیں تبلیغ سے بھی اور اپنی "طبعی" طاقت سے "بھی" پھیلا ہے۔ وہی "بھی" آ گیا۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اہلِ مغرب پر سچائی کھل چکی ہے۔ لیکن سچائی کے مکمل اعتراف سے وہ ڈرتے ہیں کیونکہ پہلے اس کے بالکل الٹ کہتے اور لکھتے رہے ہیں۔

اہلِ مغرب کے تعصّب کا اصل جواب

دوسری بات ٹائن بی صاحب کے جواب سے یہ واضح ہوتی ہے کہ مغرب کے اس تعصب کا اصل جواب یہی ہے کہ اسلامی تبلیغ تیز سے تیز تر ہو۔ جبر اور سیاست کا اب سوال ہی نہیں۔ اب ہماری معمولی کوشش سے لوگوں کے دل صاف ہو سکتے ہیں۔ اور وہ اسلام کا غلط concept جو اہلِ مغرب نے اپنے ذہنوں میں بٹھا رکھا ہے۔ اس کی اصلاح بھی اس زمانے میں تبلیغ ہی سے ہو سکتی ہے۔ ٹائن بی صاحب کو کچھ عرصہ ہوا۔ میں نے ایک خط بھی لکھا۔ قریباً اسی مضمون کے خط میں نے کچھ اور مغربی مشاہیر کو بھی لکھے۔ ان کے جواب بھی آئے ان کا ذکر میں آگے جا کر کرتا ہوں۔ ٹائن بی صاحب کو میں نے لکھا۔ کہ اس وقت دنیا ایک تیسری جنگ کی امکانی ہلاکت سے نہیں بلکہ ابھی خاصی نظر آنے والی ہلاکت سے لرزاں ہے۔ اور مغربی مفکرین کا پہلا خیال کہ دنیا میں امن کی صورت کچھ نہ کچھ ہو جائے گی۔ اور قومیں مستقل طور پر پُر امن ترقی کرتی چلی جائیں گی غلط ثابت ہو رہا ہے۔ اب دنیا کو ہلاکت سے بچانے کی یہی صورت ہے۔ کہ دنیا اخلاقی اور روحانی قدروں کو زبان سے نہیں دل سے اپنائے۔ قومیں آپس میں عدل سے رہنا سیکھیں۔ انسان انسان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھے۔ طاقتور کمزور کی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھائے۔ اور علمی اور فنی تحقیقات اور ایجادات اور آپس کے مقابلوں اور آپس کی رقابتوں اور ترقی کی دوڑ میں یہ نہ بھلا دیا جائے کہ نہ صرف اس ورلی زندگی کو ہی خوشحال اور کامیاب بنانے کے لئے امن اور آپس کا عدل شرط ہے۔ بلکہ انسانی زندگی تو دائمی ہے۔ اس ورلی زندگی کے بعد اور بھی زندگی ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ایسے خطرے کے زمانے میں کم از کم عیسائیوں اور مسلمانوں کا آپس میں کسی نہ کسی رنگ میں تعاون ہو۔ کیونکہ مادی خیالات رکھنے والے فوراً یہ کہہ دیتے ہیں کہ روحانی قدروں کے حامل یعنی مذاہب کے نمائندے خود آپس میں جھگڑتے رہتے ہیں۔ تو انہوں نے دنیا کو کیا سکھانا ہے۔ اور دوسروں کے لئے کوئی مفید کام کیا کرنا ہے؟ اس لئے پہلا قدم اس بارے میں عیسائی مفکر کو ہی اٹھانا ہوگا۔ اور وہ یہ کہ آج تک اسلام پر جو ناجائز اعتراض ہوتے رہے ہیں، علی الخصوص

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سراسر پاک ذات آپ کی سیرت و شخصیت پر جو ناروا حملے ہوتے رہے ہیں۔ جو ناروا ہونے کے علاوہ عقل اور انصاف اور تمام علمی قرائن کے بھی خلاف ہیں۔ ایسے تمام اعتراضات اور ایسی تمام تحریروں سے عیسائی مفکرین بیزاری کا اعلان کریں۔ اس کے جواب میں ٹائن بی صاحب نے اعتراف کیا۔ کہ یہ درست ہے کہ عیسائیوں نے اس بارے میں بہت زیادتی کی ہے۔ لیکن اب جو کرنے والی بات ہے۔ یہ ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں میں اس شاعری کو رواج دیا جائے جس میں خدا اور بنی نوع انسان سے محبت پر زور دیا گیا ہے اور بس۔ انہوں نے مشہور ہندوستانی شاعر بھگت کبیر کا نام بھی لکھا۔

قوتِ عمل کی ضرورت —

میرا خیال ہے کئی لوگ ایسے خیالات میں آکر الجھ جاتے ہیں۔ اب ایسی شاعری جو تصوف کا رنگ لئے ہوئے ہو انسانی دل کو تسکین تو ضرور دیتی ہے لیکن اکثر لوگ بھول جاتے ہیں کہ اس شاعری سے قوتِ عمل پیدا نہیں ہوتی اور نہ ہی کردار میں وہ دلیری اور تدبر پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کی آج دنیا کو ضرورت ہے۔ جن کو ایسی شاعری کا چسکہ لگ جاتا ہے۔ وہ دنیا میں کوئی تغیر پیدا نہیں کر سکتے۔ جب تک کسی ٹھوس سچائی پر ان کو اطلاع نہ ہو۔ اور اس پر ان کا ایمان علیٰ وجہ البصیرت نہ ہو۔ جب تک دنیا کی آلائشوں، اس کی بیماریوں کا علم نہ ہو۔ اور ان کے علاج کے لئے کوئی عمل اور قربانی اور نمونہ نہ ہو کچھ نہیں ہو سکتا۔ آج ایسی شاعری کا سبق ٹائن بی دے رہے ہیں۔ لیکن خود ان کی تاریخ میں دنیا میں سبق دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ تاریخ کے دو سٹر یا دو پول ہوتے ہیں۔ جن کے درمیان وہ یعنی تاریخ ہمیشہ حرکت میں رہتی ہے۔ ایک پول کا نام وہ چیلنج رکھتے ہیں اور دوسرے کو چیلنج کا جواب کہتے ہیں۔ یعنی ایک ضرورت اور ایک اس ضرورت کا جواب۔ ٹائن بی صاحب کی اصطلاحات میں چیلنج اینڈ رسپانس۔ اب اگر یہی تاریخ کا قانون ہے۔ تو صوفی شاعروں کے دوہے اس میں کیا کر سکتے ہیں۔ اس میں تو وہی کچھ کر سکتے ہیں۔ جو دنیا کی بیماریوں کی پہلے تشخیص کر سکیں۔ پھر ان کا علاج کر سکیں۔ پھر دنیا کو ترقی کے مدارج طے کروائیں۔ یہ تین کام سچائی کی جستجو اور سچائی پر ہاتھ مارنے اور اعلیٰ کردار اور عمدہ قوتِ عمل کے بغیر نہیں ہو سکتے۔

ہاں میں نے کہا تھا کہ ٹائن بی صاحب کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ مسیح کی آمدِ ثانی کے قائل ہی نہیں منتظر بھی ہیں اس سے تو یہ پتہ لگتا ہے کہ ٹائن بی صاحب کے نزدیک بھی دنیا کی اصلاح جس پیمانے پر آج ہونا ضروری ہے وہ آسمانی نصرت اور آسمانی مدد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔

(باقی)

جناب پروفیسر محمد عثمان صاحب صدیقی

وَفَاةُ الْأُسْتَاذِ مَوْلَانَا أَبِي الْعَطَاءِ

بِقَلْبٍ فِيهِ أَحْزَانٌ نَقُولُ
وَإِنَّا فِي التَّأَسُّفِ وَالْعَنَاءِ

فُجِعْنَا مِنْ وَفَاةِ أَبِي الْعَطَاءِ
فَتَرْثِيهِ رِثَاءً بِالْبُكَاءِ

مَضَى إِذْ جَاءَهُ أَجَلٌ مُسَمًّى
مِنَ الدُّنْيَا إِلَى دَارِ الْبَقَاءِ

رَأَيْنَاهُ تَقِيًّا ذَا الْحَيَاءِ
وَقُوْرًا ذَا الْمُرُوَّةِ وَالْوَفَاءِ

فَقِيهًا خَادِمَ الدِّيْنِ الْحَنِيفِ
شَكُوْرًا صَادِقًا رَجُلَ الصَّفَاءِ

حَلِيمًا كَانَ فِي طَبْعٍ وَكَانَ
كَرِيمًا صَالِحًا وَأَخَا السَّخَاءِ

لَهُ مِنْ عُمْرِهِ سَبْعِيْنَ عَامًا
وَبِضْعًا كُنَّ حِيْنَ الْانْقِضَاءِ

وَكَانَ الْقَوْمُ مَحْزُوْنِيْنَ حِيْنَ
جَنَازَتَهُ تَعَاطَوْا فِي الْمَسَاءِ

وَكُنَّا آسِفِيْنَ عَلَيْهِ لَمَّا
لَحَدْنَا جِسْمَهُ عِنْدَ الْعِشَاءِ

جَزَاهُ اللهُ فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ
بِأَحْسَنِ مَا لَدَيْهِ مِنَ الْجَزَاءِ

جناب مولوی بشارت احمد صاحب بشیر
قائد عمومی مجلس انصار اللہ مرکزیہ

حجر اسود تصویری زبان میں

از منہ قدیم سے اسلاف نے اخلاف کے لئے عالمی حوادث اور تاریخی وقائع کو تصویری زبان میں محفوظ رکھا ہے چونکہ اس وقت مروجہ تحریر کا دستور نہیں تھا۔ اور فن تحریر کا کام تصویری زبان سے لیا جاتا تھا گویا عصر حاضر کی تحریر تصویری زبان ہی کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ اکتشافات آثار بھی اس امر کی مؤید ہے کہ تصویر کو تحریر پر تقدم حاصل ہے۔

کتب مقدسہ تورات اور صحف انبیاء جب ہنوز حیطۂ تحریر میں نہیں لائے گئے تھے۔ اس وقت بھی تاریخی واقعات کو قوم میں محفوظ رکھنے کے لئے تصویری زبان ہی سے کام لیا جاتا تھا۔ جس کی تصریحات ان کتب میں بکثرت پائی جاتی ہیں چنانچہ لکھا ہے۔

”تب یوشع نے ان بارہ حواریوں کو جن کو اس نے بنی اسرائیل کے ہر قبیلہ سے ایک ایک آدمی لاکر منتخب کیا تھا بلایا اور یوشع نے ان سے کہا کہ خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے آگے اردن کے دریا کے تم پار ہو جاؤ۔ اور تم میں سے ہر ایک مرد بنی اسرائیل کے قبائل کے شمار کے مطابق ایک ایک پتھر اپنے کاندھے پر اٹھا لے۔ تاکہ تمہارے درمیان ایک یہ یادگار ہو۔ اور جب تمہارے لڑکے کل تم سے پوچھیں گے۔ اور کہیں گے کہ یہ پتھر کیسے ہیں تو تم انہیں جواب دو گے کہ خداوند کے عہد کے صندوق کے آگے اردن کا پانی تھم گیا جب وہ اردن میں داخل ہوا تھا۔ تو اردن کا پانی تھم گیا تھا۔ اور یہ پتھر بنی اسرائیل کے لئے ابد تک یادگار کے واسطے ہے۔“ (یوشع ۴ باب ۴-۷ آیت)

مندرجہ بالا حوالہ سے یہ بات عیاں ہے کہ اس زمانہ میں بنی اسرائیل کی تاریخ ضبط تحریر میں نہیں لائی گئی تھی۔ اس لئے اس واقعہ کو بعد میں آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کرنے کی خاطر بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے شمار کے مطابق بارہ پتھروں کی تجویز اختیار کی گئی۔ اور یہ پتھر خیمہ گاہ کے پاس گاڑے گئے۔ تا یہ واقعہ بطور روایت کے آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ رہے۔

حجر اسود تصویری زبان کا منبع و ماخذ—

حجر اسود جو کعبۃ اللہ کے رکن یمانی میں ایستادہ ہے۔ وہ بھی تصویری زبان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم

کے ظہور کی ایک پیشگوئی ہے۔ اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ تصویری زبان کا اصل منبع و ماخذ حجر اسود ہی ہے۔ اس کی قدامت کا اندازہ بیت اللہ کی قدامت سے ہی کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حجر اسود کا وجود بیت اللہ کی قدامت اور تاسیس و تعمیر سے وابستہ ہے۔

بیت اللہ کب تعمیر ہوا؟ اس کے بارہ میں کوئی حتمی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ ہاں قرآن مجید کی رو سے اسے اوّل بیت (سورہ آل عمران آیت ۹۷) اَلْبَیْتُ الْعَتِیْق (الحج آیت ۳۰) بیان کرکے اس کی قدامت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

ڈایوڈورس سیکولس جو ساٹھ سال قبل مسیح گزرا ہے۔ کہتا ہے کہ عرب کا وہ حصہ جو بحیرہ احمر کے کنارے ہے وہاں پتھر کا ایک معبد بنا ہوا ہے۔ جو قدیم زمانہ سے ہے اور جس کی طرف عرب کے چاروں اطراف سے گروہ در گروہ لوگ آتے رہتے ہیں۔

سر ولیم میور اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ الفاظ مکہ کے مقدس گھر کے متعلق ہی ہیں۔ کیونکہ اس کے علاوہ اور کوئی جگہ نہیں جس نے اتنا بڑا احترام حاصل کیا ہو۔ (دیباچہ لائف آف محمد ص۱۰۳)

درحقیقت حجر اسود وہ پتھر ہے جو تخلیق کائنات کی علت غائی صلے اللہ علیہ وسلم کی علامت کے طور پر چنا گیا جس کی انبیاء بنی اسرائیل اپنے وقتوں میں اپنی اپنی قوم کو یاد دہانی کراتے چلے آئے۔ چنانچہ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

(۱) "یہ وہ پتھر ہے جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہوا۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا۔ یہ ہماری نگاہ میں عجیب انگیز ہے"۔ (زبور ۱۱۸ آیت ۲۲ — ۲۳)

(۲) یسعیاہ نبی نے فرمایا:۔

"خداوند یہوداہ یوں فرماتا ہے۔ دیکھو صیہون میں بنیاد کے لئے ایک پتھر رکھوں گا۔ ایک آزمودہ پتھر۔ محکم بنیاد کے لئے کونے کے سرے کا قیمتی پتھر۔ جو کوئی ایمان لاتا ہے قائم رہے گا۔ (یسعیاہ باب ۲۸۔ آیت ۱۶-۱۷)

(۳) مسیح علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"کیا تم نے نوشتوں میں کبھی نہیں پڑھا کہ جو پتھر معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہو گیا ہے۔ یہ خداوند کی طرف سے ہوا ہے۔ اور ہماری نگاہوں میں عجیب انگیز ہے اس لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک دوسری قوم کو دے دی جائے گی۔ جو اس کے پھل ادا کرے۔ اور جو اس پتھر پہ گرے گا وہ

چور چور ہو جائے گا اور جس پر وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔"

(متی باب ۲۱ آیت ۴۲-۴۴)

(۴) " یہ وہ پتھر ہے جسے بنو کد نضر نے اپنی مشہور رویا میں دیکھا۔ جس نے مورت پر گر کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ اور پھر وہ بڑا پہاڑ بن گیا۔ (دانیال)

مندرجہ بالا پیشگوئی تشریح طلب ہے۔

الف : " وہ پتھر جسے معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرا ہو گیا" بنو اسحٰق میں نبیوں کا سلسلہ تواتر کے ساتھ جاری رہا۔ اور بنی اسرائیل یہ خیال کرنے لگے کہ انعام نبوت کے وہی مستحق ہیں اور یہ کہ بنو اسمٰعیل میں کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی۔ اور اس نے حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وسلم کو جس نے کونے کے سرے کا پتھر ہونا تھا بنی اسمٰعیل میں سے مبعوث کیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا۔

" اسی لئے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہت تم سے لے لی جائے گی۔ اور ایک قوم کو جو اس کے پھل لا دے دی جائے گی۔"

" جو اس پتھر پر گرے گا چور چور ہو جائے گا اور جس پہ وہ گرے گا اسے پیس ڈالے گا۔"

یہ علامت صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میں ہی پائی جاتی ہے۔

۱۔ مدینہ کے یہود آپ پہ گرے تو بجائے اس کے کہ وہ چور کر دیں۔ ۔ خود پیس ڈالے گئے۔

۲۔ ابوجہل مکہ کے سرداروں کے ہمراہ ایک زبردست فوج لے کر اس نبی اور اس کی جماعت کو مٹا ڈالنے کا عزم لے کر میدان بدر کی طرف چلا۔ وہ خود بھی اور اس کی فوج بھی پاش پاش ہو گئی۔

۳۔ خسرو پرویز نے یہودیوں کے اکسانے پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے احکامات جاری کئے یہی وہ شہنشاہ ہے جس کے پاس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک پہنچا۔ تو اس نے غرور کے نشہ میں اس خط کو چاک کر دیا۔ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی طرح اس کی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ تاریخ اسلام کا ایک مشہور واقعہ ہے۔ جس کی تفصیل بخوف طوالت بیان چھوڑی جاتی ہے۔

حجر اسود کا کعبۃ اللہ کے یمانی رکن میں نصب کئے جانے کا مطلب یہ تھا کہ موعود نبی نے اس جگہ سے ظہور پذیر ہونا ہے۔

۱۔ یہودی اس نبی کی بشارات اپنی کتب مقدسہ میں پا کر ہجرت کر کے مدینہ میں ہی آ آباد ہوئے تھے تا وہ اس

کے ظاہر ہونے پر ایمان لانے والوں سے پہلے ہوں۔

۲۔ خانہ کعبہ کی دوبارہ تاسیس کے وقت جب عرب قبائل میں اختلاف ہوا کہ حجرِ اسود کو کونے میں نصب کرنے کا اعزاز کسے حاصل ہو تو اس وقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو ہی حَکَمْ بتایا گیا۔ اور آپؐ ہی نے اسے نصب فرمایا۔ عرب جو اوّلین مخاطب تھے آپ کی بعثت کے وقت ان کے لئے اس طرف اشارہ تھا۔ کہ کونے کے پتھر کا مصداق یہی ہوں۔ چنانچہ بعد کے زمانہ نے اسے ایسا ہی ثابت کردیا۔

۳۔ ابولہب کی ہمشیرہ عاتکہ نے خواب دیکھا کہ کسی غیبی ہاتھ نے جبل ابو قبیس سے پتھر اٹھا کر رکن یمانی پر مارا ہے۔ اور اس کے ٹکڑے سوائے بنی زھرہ کے سارے گھروں میں پڑے ہیں۔ چنانچہ چند روز بعد بدر کی لڑائی کی صورت میں خواب پورا ہو گیا۔ مکہ کے بنی زھرہ کے سوائے جنہوں نے جنگ بدر میں شرکت نہیں کی تھی مکہ کا کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں ماتم بپا نہ ہوا ہو۔

سر ولیم میور لکھتا ہے۔

"جب مکے میں شکست کی خبر پہنچی تو شہر والوں کے حواس جاتے رہے۔ کچھ عرصہ تک تو جلا دینے والی شرم اور بدلہ لینے کی پیاس نے ان لوگوں کو ایسا گم کردیا کہ وہ اپنے درد و الم کا اظہار نہ کرسکے۔ . . . . . ایک مہینہ اس طرح گذر گیا۔ مگر اس کے بعد وہ اپنے دُکھ کو زیادہ دیر تک روک نہ سکے۔ اور آخر زمانہ دراز تک رُکے ہوئے درد کی ایک وحشیانہ چیخ تمام شہر سے پھوٹ نکلی۔ کوئی گھر نہ تھا جس میں کسی مقتول یا اسیر کے لئے آنسو نہ بہائے گئے ہوں اور دانت نہ پیسے گئے ہوں۔ تمام شہر میں صرف ایک ہی گھر تھا جس میں چلانے کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔

آنحضرتؐ کا دعویٰ کہ حضورؐ ہی اس کونے کے پتھر کا مصداق تھے۔

آپ فرماتے ہیں:۔

مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر احسنت بنیانه ترك منه موضع لبنة الى ان قال فضلت انا سددت موضع لبنة وفى رواية وانا تلك اللبنة (بخاری و مسلم)

ترجمہ۔ میری مثال دوسرے انبیاء کے ساتھ ایک محل کی سی ہے جس کو بنانے والے نے خوب بنایا

مگر ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی۔ پس مَیں نے اس خالی جگہ کو پُر کیا ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ "وہ اینٹ میں ہوں"۔

الغرض اس عظیم الشان نبی کی بعثت کی یادگار کو منانے کے لئے لاکھوں حجاج طواف کرتے وقت اس پتھر کو بوسہ بھی دیتے ہیں۔ بوسہ دینا اگرچہ مستشرقین کی نگاہ میں قابل اعتراض ہے۔ لیکن وہ حقیقت کو نہ جاننے کے باعث معذور سمجھے جانے کے لائق ہیں۔ یوں تو ہر وہ محل و مقام جہاں سے اسلام کی صداقت عیاں ہوتی ہو۔ وہ ہمیشہ انکی نگاہوں میں محل اعتراض رہا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جو آنحضور کی قوتِ قدسیہ کے نتیجہ میں موحد بنے تھے۔ اب توحید ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر چکی تھی۔ انہوں نے اگر حجر اسود کو چوما تو انہوں نے اپنی مرضی کے برخلاف ایسا کیا۔ پتھر سے انہیں کوئی مشرکانہ لگاؤ نہ تھا بلکہ ہادی کے نمونہ کی پیروی کرتے ہوئے انہوں نے ایسا کیا۔

آپ نے اپنے صحابہ میں وہ تبدیلی پیدا کر دی تھی کہ آپؐ اگر پتھر کو خود چوم کر ایک نمونہ قائم نہ کر دیتے۔ تو صحابہ از خود ہی اسے ترک کر دیتے۔ چنانچہ ایک موقعہ پر حضرت عمرؓ نے پتھر کو بوسہ دیتے ہوئے فرمایا کہ

إِنِّيْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْلَا اِنِّيْ رَاَيْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ.

ترجمہ: مَیں جانتا ہوں کہ تو صرف ایک پتھر ہے جو نہ ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع۔ اگر مَیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو تجھے چومتے نہ دیکھتا تو تجھے ہرگز نہ چومتا۔

یہ الفاظ اس انقلاب کا نتیجہ ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے آپ کے ہم عصروں کے اعتقادات میں پیدا کیا۔

پس اس پتھر کے مصداق آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور حجر اسود اس پیشگوئی کی ایک تصویر تھی۔ اور اس پتھر کا مکہ میں رکھا جانا اس طرف اشارہ تھا کہ موعود نبی اس شہر سے ظاہر ہو گا۔ یہودیوں کے خیمہ کے پاس بارہ پتھروں کو یادگاری طور پر نصب کیا جانا بھی درحقیقت بنی اسرائیل کے بارہ قبائل سے عہد لیا گیا تھا کہ جب وہ موعود نبی ظاہر ہوں تو سب اس پر ایمان لاویں۔ لیکن بائیبل محرّف و مبدّل ہونے کے باعث اس حقیقت کو بھی مسخ کر دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اِدھر (دعا) کی جاتی ہے اُدھر جواب مل جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا راحت ہو سکتی ہے اور یہی مابہ الامتیاز امر ہوتا ہے جو ماموریں اور دوسرں میں رکھ دیا جاتا ہے۔" (ملفوظات جلد ہفتم ص۳۷۲)

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کا ایک عظیم الشان کارنامہ

اسلام کی مدافعت میں امتیازی لٹریچر

اکابرین اسلام کا اعتراف اور خراج تحسین

(از جناب شیخ نور احمد صاحب فاضل)

(۶)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم کی خدمت و اشاعت کرنے کے لئے ایک ایسی فعال جماعت کی بنیاد رکھی جو قرآن کریم کے تراجم مختلف زبانوں میں کر رہی ہے۔ اور اسلام کے حسین چہرہ کو مشرق و مغرب میں پیش کر رہی ہے۔ اور قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے میں اپنی نجات و سعادت یقین کرتی ہے۔ آج فرزندان جماعت اکناف عالم میں اشاعت اسلام کے لئے ہر قسم کی قربانی پیش کر رہے ہیں۔ تبلیغ اسلام کے لئے جماعت نے جس قربانی اور ایثار کا اظہار کیا ہے وہ صرف اور صرف خلافت کی برکت سے ہے حضرت بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں :-

"یقیناً یاد رکھو کہ یہ سلسلہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی ...... یہ سلسلہ کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔ یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا۔ اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے۔"

(الحکم ۱۹۰۲ء)

(۷)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے کارناموں کے بیان کرنے کے لئے ضخیم مجلدات کی ضرورت ہے تاہم آپ کی مندرجہ ذیل تحریر میں آپ کے کارناموں کا خلاصہ مقصود موجود ہے۔ آپ فرماتے ہیں :-

"اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو! جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین

پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

تحریر بالا کے مطابق آپ نے اسلام کو زندہ مذہب ثابت فرمایا۔ قرآن کریم کو زندہ کتاب پیش کیا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور برتری کو دلائل نیرہ سے ثابت فرمایا۔ اور آپ نے بڑے بڑے پادریوں کو چیلنج دیئے۔ مگر آپ کے مقابل پر کوئی نہ آیا۔

دنیا میں ہمیشہ سنجیدہ اشخاص کی رائے کو ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ درخت اپنے پھل سے ہی پہچانا جاتا ہے۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عظیم کارناموں کا اعتراف کیا گیا۔ اور آپکو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ تاریخی حقائق کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ ہم آپ کے متعلق بعض آراء کو اختصار سے تحریر کرتے ہیں:۔

مرزا حیرت دہلوی ایڈیٹر کرزن گزٹ رقمطراز ہے۔

"مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابل میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت تعریف کی مستحق ہیں اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی بحیثیت ایک مسلمان بلکہ محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔"

مرزا حیرت کا یہ تبصرہ اور خراج تحسین تاریخی حقائق کو پیش کر رہا ہے۔ جدید لٹریچر کی بنیاد جو بانی سلسلہ نے رکھی وہ مخالفین اسلام کے جارحانہ رویہ کے جواب پر مشتمل ہے۔ یہی وہ عظیم لٹریچر ہے جس کے متعلق مولانا عبدالمجید سالک مرحوم نے اپنی کتاب "یاران کہن" میں مولانا ابوالکلام آزاد کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔

"جس زمانے میں مولانا ابوالکلام آزاد ابھی بے ریش و بروت انسان تھے اور نوعمری کے باوجود علم و فضل اور لسانی و طراری کے اعتبار سے اپنے ہمسروں اور معصروں سے کوسوں آگے تھے۔ بمبئی میں آغا حشر ابو نصر آہ اور نذیر حسین سخا کے ساتھ عیسائیوں اور آریوں سے مناظرے کیا کرتے تھے۔۔
... مناظروں کے سلسلہ میں انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی بعض ایسی کتابیں پڑھنے کا اتفاق ہوا جن میں عیسائیوں اور آریوں کے مقابلے میں اسلام کی حمایت کی گئی تھی۔"

اخبار "وکیل" امرتسر میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک طویل مضمون تحریر کیا جس کے چند فقرات پیش ہیں:۔

۵ - "مرزا صاحب کی ہمیشہ کی مفارقت نے مسلمانوں کو ہاں تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے

کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا اور ان کے ساتھ مخالفینِ اسلام کے مقابل پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہو گیا۔

— ○ مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر و عظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔

— ○ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس دشمنِ اسلام فرقہ پر زبردست کاری ضرب لگائی اور ان کے عقائد و تعلیمات تناسخ ذات پات اور مسئلہ نیوگ پر تنقید کی۔ آپ کی کتب سرمہ چشم آریہ۔ شحنۂ حق۔ آریہ دھرم۔ چشمۂ معرفت۔ نسیم دعوت براہین احمدیہ وغیرہا آپ کی اسلامی غیرت و حمیت اسلام کا زندہ ثبوت ہیں۔

— ○ اس میں کلام نہیں کہ مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت مخصوص قابلیت تھی۔

— ○ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلےٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔

— ○ مرزا صاحب نے اپنی زور دار تقاریر اور شاندار تصانیف سے مخالفینِ اسلام کو ان کے لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دے کر ہمیشہ کے لئے ساکت کر دیا ہے۔ (صادق الاخبار)

— ○ بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا (علی گڑھ گزٹ)

— ○ آریہ پتر کا لاہور لکھتا ہے۔

" ان کا وجود ہمارے سینوں میں بڑا جوش پیدا کرتا ہے "۔

الغرض حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے عظیم کارناموں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ اور یہ مضمون بڑا وسیع ہے اور آپکی عظیم خدمات اور اعمالِ جلیلہ کا اعتراف اکابرینِ اسلام نے کیا۔ آج جماعت احمدیہ آپ کی اتباع میں اکنافِ عالم میں اشاعتِ اسلام کے فریضہ کو سرانجام دے رہی ہے۔ یورپ۔ امریکہ۔ افریقہ اور ایشیا کے ممالک میں اسلام کے جھنڈے کو بلند کئے ہوئے ہے۔ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کر کے ان کی وسیع اشاعت ہو رہی ہے۔ سیدنا حضرت خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ اور آپ کے خلاف مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات شائع کئے جا رہے ہیں۔ مبلغینِ اسلام کا ایک لشکر جرار کام کر رہا ہے۔ اور یہ کام جاری و ساری رہے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ملفوظات مبارکہ

— (مرتبہ سید شمشاد احمد صاحب ناصر مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ کرونڈی ضلع خیرپور سندھ) —

۱۔ تقوے کی باریک راہیں —

کسی نے پوچھا کہ بعض آدمی غلہ کی تجارت کرتے ہیں اور خرید کر اسے رکھ چھوڑتے ہیں جب مہنگا ہو جاوے تو اسے بیچتے ہیں۔ کیا ایسی تجارت جائز ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا:۔

"اس کو مکروہ سمجھا گیا ہے۔ میں اس کو پسند نہیں کرتا۔ میرے نزدیک شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے۔ ایک آن کی بھی بدنیتی جائز نہیں۔ اور یہ ایک قسم کی بدنیتی ہے۔ ہماری غرض یہ ہے کہ بدنیتی دور ہو۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت لکھا ہے کہ آپ ایک مرتبہ بہت ہی تھوڑی سی نجاست جو ان کے کپڑے پر تھی دھو رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ نے اس قدر کے لئے تو فتوےٰ نہیں دیا۔ اس پر آپ نے کیا لطیف جواب دیا۔ کہ آں فتوےٰ است وایں تقوےٰ۔ پس انسان کو دقائق تقوےٰ کی رعایت رکھنی چاہیئے۔ سلامتی اسی میں ہے۔ اگر چھوٹی چھوٹی باتوں کی پرواہ نہ کرے۔ تو پھر ایک دن وہی چھوٹی چھوٹی باتیں کبائر کا مرتکب بنا دیں گی۔ اور طبیعت میں کسل اور لاپرواہی پیدا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ تم اپنے زیر نظر تقوےٰ کے اعلےٰ مدارج کو حاصل کرنا رکھو اور اس کے لئے دقائق تقویٰ کی رعایت ضروری ہے۔

اسی طرح لکھتے ہیں ذوالنون مصریؒ سے کسی نے پوچھا کہ چالیس مُہر کی کیا زکوٰۃ دینی چاہیئے ذوالنون نے کہا کہ چالیس مہر کی زکوٰۃ چالیس مہر۔ سائل اس جواب پر حیران ہوا اور پوچھا کہ یہ کیوں؟ اس پر ذوالنون نے کہا کہ چالیس مہر اس نے رکھی ہی کیوں؟ گویا کیوں خداتعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ کر دیں۔ جمع ہی کیوں کیا۔ شریعت سے ایسا ہی پایا جاتا ہے۔

کہتے ہیں کہ کوئی محدث وعظ کرتا تھا۔ ایک صوفی نے بھی سنا اور اس کو کہا کہ محدث صاحب زکوٰۃ بھی دیا کرو۔ اس نے کہا میرے پاس تو مال ہی نہیں۔ زکوٰۃ کس چیز کی دوں؟ صوفی بولا

چالیس حدیثیں لوگوں کو سنایا کرو تو ایک پر آپ بھی عمل کر لیا کرو۔"
(ملفوظات جلد ہشتم ص۱۰، ص۱۱)

۲۔ زیارتِ قبور

آپ دہلی میں تھے کہ صبح کے وقت دہلی کی سیر کا ذکر آیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماموریٔ زمانہ نے اس پر فرمایا:

"لہو ولعب کے طور پر پھرنا درست نہیں۔ البتہ یہاں بعض بزرگ اولیاء اللہ کی قبریں ہیں۔ ان پر ہم بھی جائیں گے۔"

اس پر آپ نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کو فرمایا:

"ایسے بزرگوں کی فہرست بناؤ تاکہ جانے کے متعلق انتظام کیا جائے۔"

حاضرین نے یہ نام لکھوائے۔

۱۔ شاہ ولی اللہ صاحب ۲۔ خواجہ نظام الدین صاحب ۳۔ جناب قطب الدین صاحب ۔۴۔ خواجہ باقی باللہ صاحب۔ ۵۔ خواجہ میر درد صاحب۔ ۶۔ جناب نصیر الدین صاحب چراغ دہلوی

چنانچہ گاڑیوں کا انتظام کیا گیا۔ اور حضرت اقدس مع خدام گاڑیوں میں سوار ہو کر سب سے اول حضرت خواجہ باقی باللہ کے مزار پر پہنچے۔ راستہ میں حضرت نے زیارت قبور کے متعلق فرمایا:

"قبرستان میں ایک روحانیت ہوتی ہے اور صبح کا وقت زیارت قبور کے لئے ایک سنت ہے یہ ثواب کا کام ہے اور اس سے انسان کو اپنا مقام یاد آجاتا ہے۔ انسان اس دنیا میں مسافر ہے آج زمین پر ہے تو کل زمین کے نیچے ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب انسان قبر پر جائے تو کہے۔

السلام علیکم یا اھل القبور من المومنین والمسلمین و انا ان شاء اللہ بکم لاحقون۔

جب حضرت اقدس اور آپ کے خدام خواجہ باقی باللہ کے مزار پر پہنچے تو وہاں بہت سی قبریں ایک دوسرے کے قریب قریب اور اکثر زمین کے ساتھ ملی ہوئی تھیں۔ حضرت اقدس نہایت احتیاط سے ان قبروں کے درمیان چلتے تھے۔ تاکہ کسی کے اوپر پاؤں نہ پڑے۔ خواجہ صاحب کی قبر پر پہنچ کر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور دعا کو لمبا کیا۔ ایک خادم نے دعا کے بعد عرض کی کہ قبر پر کیا دعا کرنی چاہیئے۔ اس پر آپ نے فرمایا

"صاحب قبر کے واسطے دعائے مغفرت کرنی چاہیئے۔ اور اپنے واسطے بھی خدا تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیئے۔ انسان ہر وقت خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرنے کا محتاج ہے۔"

نیز فرمایا:۔

"خواجہ باقی باللہ بڑے مشائخ میں سے تھے۔ شیخ احمد سرہندی کے پیر تھے۔ مجھے خیال آتا ہے کہ ان بزرگوں کی کرامت تو ہم نے بھی دیکھ لی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ دہلی جیسے شہر کو انہوں نے قائل کیا۔"

خواجہ میر درد صاحب کی قبر پر آپ نے فاتحہ پڑھی۔ اور کتبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:۔

"کتبہ لکھنا شریعت میں منع نہیں ہے۔ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔"

یہاں سے ہو کر پھر حضور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی قبر پر گئے اور فاتحہ پڑھی اور فرمایا:۔

"شاہ ولی اللہ صاحب ایک بزرگ اہل کشف اور کرامت تھے۔ یہ سب مشائخ زیر زمین ہیں اور جو لوگ زمین کے اوپر ہیں وہ ایسے بدعات میں مشغول ہیں کہ حق کو باطل بنا رہے اور باطل کو حق بنا رہے ہیں۔"

۳۔ غیر مسلموں کی خیر خواہی۔

آپ نے فرمایا:۔

"ہمیں کسی کے ساتھ بغض و عداوت نہیں۔ ہمارا مسلک سب کی خیر خواہی ہے۔ اگر ہم آریوں یا عیسائیوں کے خلاف کچھ لکھتے ہیں تو کسی دلی عناد یا کینہ کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس وقت ہماری حالت اس جراح کی طرح ہوتی ہے۔ جو پھوڑے کو چیر کر اس پر مرہم لگاتا ہے۔ نادان بچہ سمجھتا ہے کہ یہ میرا دشمن ہے اور اس کو گالیاں دیتا ہے۔ مگر جراح کے دل میں نہ غصہ ہے نہ رنج نہ اس کو گالیوں پر کوئی غضب آتا ہے وہ ٹھنڈے دل سے اپنی خیر خواہی کا کام کرتا چلا جاتا ہے۔" (۳۳۶ ج ۷)

۴۔ خدا تعالیٰ کو آزمانا نہیں چاہیئے۔

ایک شخص نے عرض کی کہ میرے باپ کی دوکان خراب حالت میں ہو گئی ہے اگر وہ درست ہو جائے تو میں مرزا صاحب کو مان لوں گا۔ اس پر حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ کو ان باتوں کے ساتھ آزمانا نہیں چاہیئے۔ مَیں تعجب کرتا ہوں ان لوگوں کی حالت پر جو اس قسم کے سوال کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔ کیا یہ لوگ خدا تعالیٰ پر اپنے ایمان لانے کا احسان رکھتے ہیں۔ جو شخص سچائی پر ایمان لاتا ہے۔ وہ خود گناہوں سے پاک ہونے کا ایک ذریعہ تلاش کرنے والا ہے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کو اس کی کیا حاجت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم سب کے سب مرتد ہو جاؤ۔ تو وہ ایک اور نئی قوم پیدا کرے گا جو اس سے پیار کریگی۔ جو شخص گناہ کرتا ہے اور کافر بنتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کا کچھ نقصان نہیں کرتا اور جو ایمان لاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کچھ بڑھا نہیں دیتا۔ ہر ایک شخص اپنا ہی فائدہ یا نقصان کرتا ہے جو لوگ خدا تعالیٰ پر احسان رکھ کر اور شرطیں لگا کر ایمان لانا چاہتے ہیں۔ انکی وہ حالت ہے کہ ایک شخص جو سخت پیاس میں مبتلا ہے پانی کے چشمہ پر جاتا ہے۔ مگر وہ کھڑا ہو کر کہتا ہے کہ اے چشمہ میں تیرا پانی تب پیوں گا جبکہ تو مجھے ایک ہزار روپیہ نکال کر دیوے۔ بتاؤ اس کو چشمہ سے کیا جواب ملے گا؟ یہی کہ جا پیاسا مر۔ مجھے تیری حاجت نہیں۔ خدا تعالیٰ غنی، بے نیاز ہے۔"

(ملفوظات جلد ہشتم ص ۲۱۳-۲۱۴)

قرار دادہائے تعزیت

مجلس مرکزیہ کو مندرجہ ذیل جماعت ہائے احمدیہ اور مجالس انصار اللہ کی طرف سے قرار دادہائے تعزیت موصول ہوئی ہیں۔

بر وفات حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

۱۔ مجلس عاملہ انصار اللہ ناظم آباد کراچی

۲۔ جماعت ہائے احمدیہ بلوچستان

۳۔ مجلس انصار اللہ اسلام آباد

بر وفات حضرت مولانا ابو العطاء صاحب فاضل رضی اللہ عنہ

۱۔ مجلس انصار اللہ اسلام آباد

۲۔ مجالس انصار اللہ کراچی

۳۔ جماعت ہائے احمدیہ بلوچستان

۴۔ مجلس انصار اللہ ناظم آباد کراچی۔

انصاراللہ کے مرکزی اجتماع کی تاریخیں

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے اعلان کیا جاتا ہے کہ مجلس انصاراللہ کے بیسویں مرکزی سالانہ اجتماع کے لیئے ۲۸-۲۹-۳۰ اخاء/ اکتوبر ۱۹۷۷ء بروز جمعہ۔ہفتہ۔اتوار کی تاریخیں مقرر کی گئی ہیں۔

احباب جماعت اس بابرکت اجتماع میں شمولیت کے لیئے ابھی سے تیاری فرمادیں۔نیز دعا فرمائیں کہ اس اجتماع کے انعقاد میں کسی قسم کی کوئی روک پیدا نہ ہو۔ (قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ

۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کرنے والی مجالس انصاراللہ

(قسط نمبر ۳)

مندرجہ ذیل مجالس انصاراللہ ۱۹۷۷ء کا بجٹ سو فیصدی ادا کرچکی ہیں۔اللہ تعالےٰ ان مجالس کے عہدہ داروں اور اراکین پر اپنا فضل نازل فرمائے اور اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔آمین

۱۔ بگا نسوانہ ضلع جھنگ
۲۔ دوالمیال ضلع جہلم
۳۔ چک ۲۱ دودھ سکنڈ ضلع نواب شاہ
۴۔ خوطہ فتح گڑھ ضلع سیالکوٹ
۵۔ سرائے عالمگیر ضلع گجرات
۶۔ شادن لنڈ ضلع ڈیرہ غازیخاں
۷۔ کہوٹہ ضلع راولپنڈی
۸۔ پنڈی بھاگو ضلع سیالکوٹ
۹۔ چک ۲۷۷/R.B ستیلاں ضلع لائل پور
۱۰۔ چک ۲۴۴/ج ب " "
۱۱۔ چک ۹۸/گ ب حسیانہ ضلع لائل پور
۱۲۔ چک ۲۴۸/ر ب کوٹ غلام محمد " "
۱۳۔ روڈالہ روڈ " "
۱۴۔ گنجو چک ضلع گوجرانوالہ
۱۵۔ پیرکوٹ متصل احمد نگر " "
۱۶۔ گکھڑ منڈی " "
۱۷۔ دادو شہر ضلع دادو
۱۸۔ احمد آباد جنوبی ضلع سرگودہا
۱۹۔ چک ۱۰/۹۳ خورد ضلع شیخوپورہ
۲۰۔ دارالذکر لاہور ضلع لاہور

(قائد مال مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

تعمیر گیسٹ ہاؤس انصاراللہ میں چندہ دینے والے اصحاب

(قسط نمبر ۹)

مبلغ ۳۰۰ روپیہ یا اس سے زائد رقم تعمیر گیسٹ ہاؤس انصاراللہ میں ادا کرنے والے احباب کی قسط نمبر ۹ درج ذیل ہے۔ گیسٹ ہاؤس کی عمارت پر نصب ہونے والی سنگ مرمر کی یادگار تختی پر ایسے تمام حضرات کے اسمائے گرامی کندہ کروائے جا رہے ہیں۔ جو احباب اپنا یا اپنے والدین یا فوت شدہ عزیز و اقارب کے نام یادگار تختی پر محفوظ کرانا چاہتے ہیں۔ ان کے لئے موقعہ ہے کہ رقم ادا کر کے اس کارِ خیر میں شامل ہوں۔ اور آنے والی نسلوں کے لئے یادگار چھوڑ جائیں۔

۱۔ مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب سابق جج عالمی عدالتِ انصاف ... — ۱۰۰۰ روپے

۲۔ 〃 چوہدری عبداللہ خان صاحب مرحوم سابق امیر جماعت احمدیہ کراچی ... — ۱۰۰۰ 〃

۳۔ 〃 چوہدری حمید نصراللہ خان صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور ... — ۱۰۰۰ 〃

۴۔ والدین مرحوم محمودہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید اقبال شاہ صاحب ربوہ ... — ۳۰۰ 〃

۵۔ مکرم ملک محمد اکرم صاحب ہیڈ کلرک بمعہ اہلیہ صاحبہ گوجرانوالہ شہر ... — ۳۱۳ 〃

۶۔ 〃 چوہدری علی محمد صاحب اٹھوالی مرحوم چک ۱۸/ا بھوڑو منجانب صوبیدار فضل قادر صاحب (پسر) ربوہ ... — ۳۰۵ 〃

۷۔ مکرم مولانا عبدالمالک خان صاحب ناظر اصلاح و ارشاد ربوہ ... — ۳۰۰ 〃

۸۔ 〃 رانا عزیز احمد صاحب اہرانوی منجانب رانا محمد خالد صاحب جھنگ صدر ... — ۳۰۰ 〃

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی قربانی کو قبولیت سے نوازے۔ اور ان کے اموال و نفوس میں برکت ڈالے۔ آمین

(قائد مال مجلس انصاراللہ مرکزیہ ربوہ)

مَاهنامہ رسَالہ انصاراللہ

توسیع اشاعت کے سلسلہ میں آپ کے تعاون کا محتاج ہے

تحریکِ جدید کا بارھواں مُطالبہ

پنشنر اصحاب خدمتِ دین کے لئے اپنے آپکو وقف کریں

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ خطبہ جمعہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء میں فرماتے ہیں:-

"میں تحریک کرتا ہوں کہ بیسیوں آدمی جو پنشن لیتے ہیں اور گھروں میں بیٹھے ہیں۔ خدا نے انکو موقعہ دیا ہے کہ چھوٹی سرکار سے پنشن لیں اور بڑی سرکار کا کام کریں۔ یعنی دین کی خدمت کریں۔ بیسیوں ایسے لوگ ہیں جو پنشن لیتے ہیں۔ اور جنہیں اپنے گھروں میں کوئی کام نہیں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ خدمتِ دین کے لئے اپنے آپکو وقف کریں تا ان سکیموں کے سلسلہ میں ان سے کام لیا جائے۔ یا جو مناسب ہوں انہیں نگرانی کا کام سپرد کیا جائے۔ ورنہ اگر نگرانی کا کام نہ کیا گیا تو عملی رنگ میں نتیجہ اچھا نہیں نکل سکے گا جو لوگ پنشنر ہیں ساری عمر انہوں نے دنیا کے کاموں میں گزار دی۔ اب کیوں وہ اس کام کو اختیار نہیں کرتے۔ جس کے کرنے سے انہیں خدا تعالےٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے۔ پس ان کاموں کے لئے ایسے آدمیوں کی ضرورت ہے جنہیں کچھ تجربہ بھی ہو صحت بھی اچھی ہو۔ اور جن میں ابھی طاقت ہو۔ وہ زیادہ عمر والے جو ابھی جوان ہمت ہوں۔ چلنے پھرنے کی طاقت رکھتے ہوں۔ اور دس بارہ گھنٹے متواتر اگر انہیں کام کرنا پڑے تو کر سکتے ہوں۔ ایسے لوگ خصوصیت سے اپنے آپکو پیش کریں۔ دنیا کا تجربہ یہ ہے کہ پنشن لینے کے بعد جو شخص کام نہیں کرتا وہ ناکارہ ہو جاتا ہے۔ نکمے رہنے سے عمریں کم ہو جاتی ہیں لہٰذا کم و بیش پنشن کے بعد کا وقت تو خدا تعالےٰ کے لئے وقف کرنا چاہیئے۔ تا مرنے کے بعد وہ خدا سے کہہ سکیں کہ اے خدا ہمیں اپنی زندگی میں جو وقت فرصت کا ملا اسے ہم نے تیرے دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔ اس سے زیادہ کسی انسان کی خوش قسمتی اور کیا ہو سکتی ہے کہ بغیر قربانی کے اسے ثواب ملتا جائے۔ اس دنیا میں مقابلہ ہو رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ اس مسابقت میں سب سے آگے نکلنے کی کوشش کرو۔" (الفضل جلد ۲۳ نمبر ۱۶۴۔ کتاب مطالبات تحریک جدید ص۱۰)

جو پنشنر اصحاب خدمتِ دین کے لئے اپنے آپکو پیش کرنا چاہیں وہ اس کی اطلاع مکرم ایڈیشنل ناظر صاحب اصلاح وارشاد تعلیم القرآن صدر انجمن احمدیہ ربوہ کو دیں۔

(وکیل الدیوان تحریک جدید ربوہ)

خدا کے لئے سب پر رحم کرو

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''خدا کے لئے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو۔ آؤ میں تمہیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمہارا نور تمام نوروں پر غالب رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ دو۔ اور ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ۔ اور اس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو۔ کہ یہی طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لئے اترتے ہیں۔ مگر یہ ایک دن کا کام نہیں۔ ترقی کرو۔ ترقی کرو۔ اس دھوبی سے سبق سیکھو جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیئے جاتا ہے۔ یہانتک کہ آخر اس کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں۔ تب صبح اٹھتا ہے اور پانی پر پہنچتا ہے۔ اور پانی میں کپڑوں کو تر کرتا ہے اور بار بار پتھروں پر مارتا ہے۔ تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھی اور ان کا جز بن گئی تھی۔ کچھ آگ کے صدمات اٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہونی شروع ہو جاتی ہے یہانتک کہ کپڑے ایسے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے۔ یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی تدابیر ہے۔ اور تمہاری ساری نجات اس سفیدی پر موقوف ہے۔ یہی وہ بات ہے جو قرآن شریف میں خداتعالیٰ فرماتا ہے۔ قد افلح من زکھا۔ یعنی وہ نفس نجات پا گیا جو طرح طرح کے میلوں اور چرکوں سے پاک کیا گیا۔''

(رسالہ جہاد)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا